

کتابیات الیوم از ابی الکلام

مؤلف

مؤلف: آیت الله العظمیٰ امام خمینی (ره)

ترجمه

آیت الله العظمیٰ امام خمینی (ره)

مطبع

پیش از این کتاب که پیش از این
قد پبلشنگ کتب

صُفٍّ مُطَهَّرَةٍ فِيهَا كُتِبَ قِيَمَةُ

بند احمد بر آں چیز کہ خاطر می خواست

آخر آمدن پس پرده تقدیر پذیرد

عفی

— اردو ترجمہ —

مکتوبات امام ربانی

حضرت مجدد الف ثانی الشیخ احمد سرہندی قدس سرہ

دفتر سوم ===== حصّه اول

تصحیح و حواشی و ترجمہ

مولانا محمد سعید احمد صاحب نقشبندی

خطیب امام مسجد حضرت آقا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

ناشر:

مدینہ پیشنگ کمپنی، بندر روڈ کراچی

(مجموعہ حقوق ترجمہ بحق ناشر محفوظ ہیں)

طبع اول ===== آفٹ ایڈیشن ===== ۱۹۶۲ء

طابع و ناشر	_____	مدینہ پبلشنگ کمپنی بندر روڈ - کراچی
مطبع	_____	مشہور آفٹ پریس کراچی
تعداد	_____	دو ہزار (۲۰۰۰)
قیمت	_____	{ حصہ ہفتم - ہشتم - نہم مجلد مدینہ پبلشنگ کمپنی

ملنے کا پتہ :-

مدینہ پبلشنگ کمپنی بندر روڈ - لاہور

اردو ترجمہ ہرست مضامین مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی حصہ ہشتم دفتر سوم

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۳	خطبہ جلد ثالث اور مکتوبات شریفہ، جلد آپ کے تمام کلمات طیبات کی مقبولیت کے متعلق مجدد صاحب کو الہام قدوسہ کا مکتوب نمبر ۱۰۔ اللہ کے افعال و صفات و وفات کی توفیق کے بیان میں۔	۱۳	خطبہ جلد ثالث اور مکتوبات شریفہ، جلد آپ کے تمام کلمات طیبات کی مقبولیت کے متعلق مجدد صاحب کو الہام قدوسہ کا مکتوب نمبر ۱۰۔ اللہ کے افعال و صفات و وفات کی توفیق کے بیان میں۔
۱۹	مکتوب نمبر ۱۲۔ وعظ و نصیحت اور خلق سے علیحدگی اور خدا تعالیٰ کے قرب حاصل کرنے کے بیان میں اپنی سزا و جزا خدا تعالیٰ کی مراد کو رو کر کرنے کو تسلیم ہے اور اپنے مالک سے عقاب نہ کرنا ہے۔	۱۹	مکتوب نمبر ۱۲۔ وعظ و نصیحت اور خلق سے علیحدگی اور خدا تعالیٰ کے قرب حاصل کرنے کے بیان میں اپنی سزا و جزا خدا تعالیٰ کی مراد کو رو کر کرنے کو تسلیم ہے اور اپنے مالک سے عقاب نہ کرنا ہے۔
۲۰	مکتوب نمبر ۱۳۔ ظہر طیبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے معنی اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی موجودیت، لائق نہیں رکھتا۔ اور اس کے متعلق سوال و جواب کا بیان۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی موجودیت لائق نہیں رکھتا اس پر دوسری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ الخ جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مذہب کے پیرو نہیں ہیں اگرچہ وہ وجوب وجود کے شریک کی نفی کرتے ہیں۔ لیکن استحقاق عبادت کے معاملہ سے غافل ہیں اور مستحق عبادت کے شریک کی نفی سے فارغ ہیں۔	۲۰	مکتوب نمبر ۱۳۔ ظہر طیبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے معنی اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی موجودیت، لائق نہیں رکھتا۔ اور اس کے متعلق سوال و جواب کا بیان۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی موجودیت لائق نہیں رکھتا اس پر دوسری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ الخ جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مذہب کے پیرو نہیں ہیں اگرچہ وہ وجوب وجود کے شریک کی نفی کرتے ہیں۔ لیکن استحقاق عبادت کے معاملہ سے غافل ہیں اور مستحق عبادت کے شریک کی نفی سے فارغ ہیں۔
۲۱	انبیاء کی زبان پر مشرک وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی عبادت میں گرفتار ہے اگرچہ الخ۔ اس آیت کریمہ کے معنی کا بیان کہ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهِم جاتا ہے اللہ تعالیٰ کے سوا عدم استحقاق بدیہی ہے اور کرم و کرم عدس ہے الخ۔	۲۱	انبیاء کی زبان پر مشرک وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی عبادت میں گرفتار ہے اگرچہ الخ۔ اس آیت کریمہ کے معنی کا بیان کہ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهِم جاتا ہے اللہ تعالیٰ کے سوا عدم استحقاق بدیہی ہے اور کرم و کرم عدس ہے الخ۔
۲۲	مکتوب نمبر ۱۴۔ اس آیت کے معنی لَا يُمَسِّسُهُ اِلَّا	۲۲	مکتوب نمبر ۱۴۔ اس آیت کے معنی لَا يُمَسِّسُهُ اِلَّا

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۴۳	شریعت کے دو حصے ہیں۔ اعتقادی اور عملی۔ جس کا عقیدہ خراب ہو وہ اہل نجات سے نہیں ہے اور جس کے اعمال میں کوتاہی ہو وہ نجات کا احتمال رکھتا ہے۔ پہلا عقیدہ: اللہ تعالیٰ بذات خود موجود ہے۔ اور اس کی بستی بذات خود قائم ہے۔	۳۵	مکتوب نمبر ۱۱۱: تفسیر و نیاز و ذکر تلاوت قرآن مجید اور لمبی قرآن والی نماز کے فوائد کا بیان اور یہ حصول کا دار و مدار ذکر ہے۔ اور دوسری چیزیں تسبیح اور شریعت کی طریقت ہیں۔
۴۴	دوسرا عقیدہ: اللہ تعالیٰ کی صفات کاملہ ہیں۔ مثلاً حیۃ، علم، قدرت وغیرہ۔	۳۵	لفظی و اثبات کا ذکر و مذکور کی طرح ہے اور جب تک لفظی انجام کو نہ پہنچے تو فرائض و واجبات و سنن کے علاوہ اور لفظی عبادتیں وہاں میں داخل ہے۔
۴۵	تیسرا عقیدہ: اللہ تعالیٰ کلیات اور جزئیات کو جاننے والا ہے اور وہ اسرار و خفیات سے واقف ہے۔ چوتھا عقیدہ: اللہ تعالیٰ اللہ سے لے کر ہر ایک ایک ہی کلام سے منظم ہے اگر امر ہے تو اسی کلام سے ہے اور اگر نہی ہے تو بھی اسی کلام سے ہے۔	۳۶	مکتوب نمبر ۱۱۲: صاحب شریعت کی پروردی اور ہر طریقت کی متابعت پر قائم رہنے کی ترغیب کے بیان میں اگر ان دو چیزوں پر قائم رہیں تو کوئی غم نہیں ہے صاحب شریعت کی اتباع اور شیخ طریقت سے محبت و اعتقاد۔
۴۶	پانچواں عقیدہ: مومن بہشت میں اللہ تعالیٰ کو بے چون و بے یگون دیکھیں گے کیونکہ وہ دریت جوارخ چھٹا عقیدہ: اللہ تعالیٰ آسمانوں زمینوں پہاڑوں اور مندرروں کا خالق ہے۔	۳۷	مکتوب نمبر ۱۱۳: واجب الوجود کے وجود کی حقیقت کے بیان میں۔
۴۷	ساتواں عقیدہ: جس طرح بندے اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں اسی طرح ان کے افعال بھی اس کی مخلوق ہیں۔ آئمہ علیہم الصلوٰۃ والسلام سب جہانوں کی رحمت ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے خلق کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا ہے۔	۳۸	مکتوب نمبر ۱۱۴: اس بیان میں کہ محبوب کے در کی لذت حب کی نظر میں اس کے انعام سے زیادہ اچھی ہے اور یہ کہ اس جماعت کی بڑائی نہ کرنا چاہیے جس کو آزار دینا چاہتی ہے اور شیخ محی الدین ابن عربی کی اس عبارت کا معنی کہ عباد کے لئے محبت نہیں ہے۔
۴۸	حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اترے ہوئے کے بعد خاتم الرسل کی شریعت کی پیروی کریں گے۔ اور امام ابو حنیفہ کے مذہب کے مطابق عمل کریں گے۔	۳۹	مکتوب نمبر ۱۱۵: سالک کو اپنے احوال کی اطلاع نہ ہونے کا راز اور مریدوں کے احوال کے آئینہ میں اپنے احوال کا مشق کرنا اور یہ کہ مقصود حصول احوال ہے اور ان احوال کا علم ایک دوسری دولت ہے اور مطلوب کی دوام آگاہی اور مطلوب کی نگرانی کا بیان۔
۴۹		۴۰	مکتوب نمبر ۱۱۶: عقائد دینی اور عبادت شرعیہ پر ترغیب اور اس کا بیان۔ اللہ تعالیٰ انعم علی الاطلاق ہے۔

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۵۴	ہے۔ اور کلام استغفار کو لازم پکڑنا۔ خصوصاً نماز عصر کے بعد اور نماز چاشت کا حکم دینا اور آیت الکرمی پرستان اور دوسری دعائیں صبح اور شام نماز کے بعد	۴۹	نواں عقیدہ: ۱۔ ملائکہ اللہ تعالیٰ کے مکرم بندے ہیں اور تبلیغ کی دولت سے مشرف ہیں۔ الخ۔ دسواں جامع عقیدہ: ۱۔ جو کچھ بھی بجز صادق نے خبر دی ہے وہ سب سچ ہے۔
۵۵	زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم اور یقین قلبی کی علت کا بیان اور رمضان شریف کے روزے رکھنے اور شرائط پوری ہونے کے بعد بیت اللہ شریف کا حج کرنے کا بیان۔	۵۰	آخرت پر ایمان لانا۔ ایمان کی طرح ضروری اسلام سے ہے۔ الخ۔ گیارہواں جامع عقیدہ: ۱۔ قبر میں ملکر نگیر کے سوال حق ہیں اور قیامت کا دن اور اس کے تعلقات سب برحق ہیں۔
۵۶	شریعت کے حلال و حرام میں اچھی طرح غور کرنا چاہیئے اور حد و شرعی کی حفاظت کرنا چاہیئے	۵۰	بارہواں عقیدہ: ۱۔ ایمان اسی امور کے متعلق تصدیق قلبی کا بیان ہے۔ الخ۔
۵۶	نواب خرقہ گوش کب تک اور غفلت کی روٹی کا نوں میں کب تک۔	۵۰	تیسرا جامع عقیدہ: ۱۔ مومن کبیرہ گناہ کے ارتکاب سے شایمان سے خارج ہوتا ہے نہ کافر ہو جاتا ہے اور کبیرہ گناہ کو حلال سمجھنا کفر ہے اور اس کا ارتکاب کرنا فسق ہے۔
۵۶	عقیدہ صحیح کرنے اور اعمال صالحہ بجالانے کے بعد اپنے اوقات کو ذکر الہی محل شانہ میں آہا رکھنا چاہیئے	۵۱	چودھواں عقیدہ: ۱۔ خلق اللہ اربعہ کی افضلیت ان کی خلافت کی ترتیب کے مطابق ہے۔
۵۷	ظاہر کو خلقت کے ساتھ اور باطن کو حق کے ساتھ رکھیں	۵۱	حضرت ابو بکر کے فضائل اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی جنگوں اور جنگوں کے متعلق اقتداء اور صحابہ کرام کے فضائل کا بیان۔
۵۷	ذکر قلبی کا اصل مقصد اللہ تعالیٰ کے سوالی گزشتہ سے آزادی ہے۔ اور جب تک یہ آزادی حاصل نہیں ہو جاتی ایمان نصیب نہیں ہوتا۔	۵۲	اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے اور نماز کے فضائل اور رکوع و سجود و قنوت و جلسہ میں طہارت لازمی ہے۔ اور اس کا اول وقت میں ادا کرنا اور کتب فقہ کا مطالعہ اور ان کے مقابلہ میں کتاب گستان کو فضول سمجھنا۔
۵۸	کھانا کھانے اور لباس پہننے بلکہ تمام حرکات و سکنات میں یہاں تک کہ سونے میں بھی نیت درست کرنے کا بیان اور اس کے نتیجہ کا بیان۔	۵۳	نماز تہجد کا حکم دینا کہ اس راہ کی ضروریات سے
۵۸	مکتوب نمبر ۱۱۸۔ ماسوا سے بے تعلقی کا بیان اور طالبان حق کی صحبت کی ترغیب۔		
۵۹	ایک دن فقیر تلاوت کمرہ تقاویم آیت کافی قُلْ اِنْ كَانَ اَبَاكُمْ لَكَرِهُوا لَالِیۃ تُوَرِّثُوْنَ اَبَیۡتَیۡہِمْ غَیۡبَ اَیۡہِمْ		

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۵۹	عقل فعال کے قائل ہونے کی مذمت اور کئی وجوہ سے اس کا رد اور اس کا بیان کردار الحرب کے کافر اپنی بت پرستی کے باوجود فلاسفہ سے اچھی حالت میں ہیں اور اس جماعت پر تعجب جو ان بیوقوفوں کو حکما کہتے ہیں اور ان پر حکما کا اخلاق سراسر جماعت مرکب ہے۔	۶۰	ملاطیاتی سے فرار پیغمبروں کی سنت ہے۔
۶۸	فلاسفہ کی مذمت خصوصاً افلاطون جو کہ ان کا مروجہ ہے اور اس کا بیان کہ فلاسفہ کی ناقص عقلیں نبوت کے حریف کے بر خلاف ہیں۔	۶۱	مکتوب نمبر ۱۹۔ قضا الہی پر صبر و رضا اور یہ کہ تکلیف پیر کی طرف سے سمجھنا چاہیے۔
۷۰	حجتہ الاسلام غزالی فرماتے ہیں کہ فلاسفہ نے علم طب اور علم نجوم کو پہلے نبیوں کی کتابوں سے جوڑی کیا ہے اور علم تہذیب اخلاق کو صوفیہ اگلیہ کی کتابوں سے لیا ہے جو کہ ہر زمانہ میں سچے ہیں اور اس کا بیان کہ علم ہندوہ علم ہے اور علم منطق جس کو یہ عالم (پانچنے والا) جانتے ہیں وہ ان کے کچھ کام نہ آیا۔ اور نہ اس نے غلطی سے نکالا۔	۶۲	مکتوب نمبر ۲۰۔ اس بیان میں کہ مشرکوں کی نجاست سے مراد ان کی بد اعتقادی اور باطن کی خباثت ہے نہ کہ ان کا نفس العین ہوتا۔
۷۲	ان لوگوں کی مذمت جو فلسفی کی پکنی چوڑی باتوں پر مفتوں ہیں اور ان لوگوں کو حکماء کچھ کہ ان کو انبیاء کے برابر جانتے ہیں اور ان کے علوم کو انبیاء کی شریعت پر مقدم سمجھتے ہیں۔	۶۳	خلقت کو تنگ کرنا اور ان کو تاراج کرنا حرام ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے خوش نہیں ہے مجتہد پر اعتراض کی کیا گنجائش ہے کہ اس کی خطا بھی ایک درجہ ثواب رکھتی ہے
۷۳	مکتوب نمبر ۲۱۔ صحابہ کرام کی بزرگی اور ان کی آپس میں مہربانی کا بیان۔	۶۴	مکتوب نمبر ۲۲۔ اس بیان میں کہ اللہ تعالیٰ نے نبیوں کی معرفت اپنی ذات و صفات اور بندوں کے پسندیدہ اور ناپسندیدہ اعمال کی خبر دی ہے کہ بندوں کی عقل کو اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔
۷۵	کوئی دلی امتی اس امت کے کسی صحابی کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔	۶۵	جو کوئی وحی کے سوا معرفت سانع کے اثبات میں کوئی اور راہ تجویز نہ کرے وہ اصل میں منکر نبوت ہے اور ہر امت سے مصداق ہے۔
	شبلی کا قول کہ جو صحابہ کی تعظیم نہ کرے اس کا	۶۶	اگر عقل اس معاملہ میں کفایت کرتی تو یونان کے فلاسفہ گمراہی میں نہ پڑے رہتے۔

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۴۵	رحمت کے بدل بعض صحابہ اس خلوص پر نہ رہے۔ بلکہ خلافت کی محبت میں طریق حق سے منحرف ہو گئے یہ لوگ کہتے ہیں کہ ان کا انحراف کفر کی حد تک پہنچ گیا۔ الخ جواب ۴۹	۴۵	رسول پر کوئی ایمان نہیں ہے۔ ان لوگوں کا رد جو یہ خیال کرتے ہیں کہ صحابہ کے دو گروہ تھے ایک حضرت علیؑ کے مخالف تھے اور دوسرے موافق اور وہ آپس میں بغض و کینہ رکھتے تھے اور بعض ان صفات کو پوشیدہ رکھتے تھے اور تفسیر کرتے تھے۔
۵۱	مکتوب نمبر ۱۲۵۔ ان سبج و ترقی مراتب کے بیان میں جو کہ ذکر کئے اور قرآن مجید کی تلاوت کرنے اور نماز پڑھنے سے حاصل ہوتے ہیں اور اس وقت کا بیان کر ذکر تلاوت کا حکم پیدا کر لیتا ہے اور تلاوت ذکر کا حکم پیدا کرتی ہے۔ مکتوب نمبر ۲۔ اس بیان میں کہ اللہ تعالیٰ جس طرح اپنی ذات سے موجود ہے ذکر و تہود سے اسی طرح وہ اپنی ذات سے حی و عالم اور صفات ثنائیہ سے موصوف ہے ذکر صفات زائدہ سے۔	۴۶	اس کا بیان کہ حضرت صدیق نص قرآنی کی رو سے اس امت کے سب سے پرہیزگار آدمی ہیں اور امام فخر الدین رازی نے صدیق کی افضلیت پر نص قرآنی سے استدلال کیا ہے اکابر سلف نے حضرات چیلین کی افضلیت پر اجماع ثابت کیا ہے اور حضرت علیؑ نے بھی یہی فیصلہ کیا ہے اور حضرت علیؑ کی اس روایت کو اسی سے زیادہ آدمیوں نے روایت کیا ہے اور شبیبہ عبدالمزاق اسی روایت کے مطابق ان کی افضلیت کا قائل ہوا۔
۸۲	پس ظاہر یہ ہوا کہ جو کچھ دوسروں کو اللہ تعالیٰ کی ایجاد سے صفات سے میسر ہے وہ اللہ تعالیٰ کو بذات خود صفات کے بغیر حاصل ہے۔ کیونکہ اس کی ذات ہے ملاحظہ۔ الخ	۴۷	حضرت ذوالنورین کی خلافت صحابہ کرام کے اجماع اور چھوٹے بڑے مردوں اور عورتوں کے اتفاق سے منعقد ہوئی۔
۸۳	سوال :- جب اللہ تعالیٰ کی ذات تمام کمالات کے حصول میں کافی ہے تو صفات کس لئے ثابت کرتے ہیں جواب :- اگرچہ اللہ تعالیٰ کی ذات الخ	۴۸	جانتا چاہیے کہ صحابہ کرام کتاب و سنت کے مبلغ ہیں اور اجماع بھی انہی کے زمانہ سے وابستہ ہے ان تمام دعویات کے متعلق سب سے اچھی توجہ اور اچھا عقیدہ جو کہ حضرت علیؑ کی خلافت میں واقع ہوئے۔
۸۴	سوال :- خلافت و معتزلہ اگرچہ صفات کو خارج میں ثابت نہیں کرتے لیکن اعتبارات علمیہ کے قائل ہیں اور کمالات ذاتیہ کے علم میں انکو الگ سمجھتے ہیں پس اثباتی ایجاد ذات خالص کی طرف منسوب نہ ہوئی۔ جواب :-	۴۹	بلکہ علمائے کہا ہے کہ قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام صحابہ جنتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَا یَسْتَوِیْ وَنُکْرٌ مِّنْ اَنْفُسٍ الخ
۸۵	ایجاد عالم خارج میں ہے اور عالم خارج میں موجود ہے محبوب کا صفات سے ذات تک عروج جو کہ اس	۵۰	سوال :- کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ رسول اللہ کی

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۹۵	مکتوب نمبر ۳۱: عالم ارواح و عالم مثال اجساد کی تحقیق کے بیان میں۔	۸۶	متعلق سوال و جواب۔
۹۶	عالم مثال دیکھنے کے لئے ہے نہ کہ رہنے کے لئے۔ رہنے کے لئے یا عالم ارواح ہے یا عالم اجساد اور عذاب قبر کی تحقیق۔ اور عذاب قبر کو خواہ کی طرح بانٹنا صورت عذاب اور حقیقت عذاب سے عدم المطاب کی بنا پر ہے اور اس کے متعلق سوال و جواب۔	۸۸	مکتوب نمبر ۱۲: بندہ کو چاہیے کہ اپنی تمام مرادات سے دستبردار ہو جائے اور اپنے مولا کی مرادات پر راضی ہو اور مرض ذاتی و عرضی کا بیان۔
۹۸	مکتوب نمبر ۱۲: اس بیان میں کہ خطرات کہ جن کو اسباب و مصل سے کہا ہے تجلی صوری کے اندازہ کے مطابق ہیں۔ اور کثرت و بسیر کی حقیقت کی تحقیق کے بیان میں۔	۸۸	سوال: کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کامل لوگوں سے بھی خواہشات کا ظہور ہوتا ہے اور ان بزرگواروں سے مختلف مطالب کے حصول کی آرزو بھی محسوس ہوتی ہے۔ جواب: بعضے لے ایک دن فقیر صبح کی نماز کے ادا کرنے کے بعد قلعہ کی سکونت کے دنوں میں خاموشی سے بیٹھا ہوا تھا کہ بے فائدہ آرزوؤں کے جہوم نے بے مزہ کر دیا۔
۹۹	علماء اور صوفیاء کثرت و تعدد کے ثبوت و استمرار پر اتفاق ہے اور معنی پر اتفاق کے بعد یقین کا جگر اور صحت عقلی ہے۔	۸۹	نفس انکارہ کی مذمت اور اس کی جہالت کا بیان اور اس کی مدد سے بیرونی دشمن کا غلبہ۔
۱۰۱	مکتوب نمبر ۳۲: اس بات کی تحقیق میں کہ جب تک کافر نہ ہو اور اپنے بھائی کا سر نہ کاٹے۔ اور اپنی ماں سے جھگڑ نہ ہو مسلمان نہیں ہوتا۔	۹۱	مکتوب نمبر ۲۸: ارواح موتی خصوصاً رسول اللہ کی روح کو ثواب پہنچانے کی کیفیت کا بیان۔
۱۰۳	سوال: آدمی عقل و فراست کے باوجود شیطان سے کیوں مغلوب ہو جاتا ہے۔ جواب: شیطان فقر و آرائش ہے کہ اللہ تعالیٰ نے الخ۔	۹۲	کہتے ہیں کہ ریا اور سمہ سے بھی رسول اللہ پر درود بھیجا جائے تو پھر بھی مقبول ہے اور رسول اللہ کو وہ پہنچتا اگرچہ اس کا ثواب درود پڑھنے والے کو نہیں ملتا۔
۱۰۵	مکتوب نمبر ۳۱: مزوری نصیحتوں میں پہلے اہلسنت کی رائے کے مطابق عقائد کی تصحیح کرنی چاہیے۔ اور	۹۳	مکتوب نمبر ۲۹: قرآن مجید کے بعض کلمات کو سمجھنے اور قرآن کے معانی کے متعلق نفسانی و شیطانی دساوس کو رد کرنے اور اپنے نفس کو الزام دینے کے بیان میں
		۹۴	مکتوب نمبر ۱۲: مراتب اصول و مراتب عبادت تک عروج کے بیان میں۔

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۱۷	زبان بیعت یاد کرتے تھے۔ اور حضرت کا ہاتھ کسی بیعت کرنے والی کے ہاتھ سے کبھی نہ چھو۔ پہلی شرط یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شرک نہ ٹھہرائیں۔ نہ وجوب وجود میں نہ اتحقاق عبادت میں شرک کی اقسام اگر عورتیں ان کی مرکب ہوتی ہیں۔ شرک کے رسومات اور کفر کے موسم کی توفیم اور بتوں سے مدد و مہما چپک کی دبا چھینے کے وقت اور کفار کی رسوم کو دیوالی کے دنوں میں بھالنا اور کافروں کے تحائف کی طرح ہنسی پیشوں کے گھروں میں تحائف بھجینے اور حیوانات کو جو مشائخ کی نذر کرتے ہیں اور ان کی قبروں پر ان کو ذبح کرتے ہیں فقہی روایات میں اس عمل کو شرک میں داخل کیا ہے۔	۱۰۸	عقائد کی درستی کے بعد احکام فقہیہ کے مطابق عمل ضروری ہے نہ مانع و نہ وقت ہر عارضہ شرائط بغیر سستی کے ادا کرنا چاہیے اور اگر نصاب پورا ہو جائے تو رکوع سے چارہ نہیں ہے۔ راگ رنگ کی رغبت نہ کریں اور نسبت اور سن چینی اور مجبوث اور بہتان سے پرہیز کریں۔ اور اعتقاد کی درستی اور احکام فقہیہ کی تعمیل کے بعد اپنے اوقات کو ذکر الہی میں مشغول رکھنا چاہیے۔
۱۱۹	اور اسی طرح کا وہ شرک ہے جو کہ عورتیں پرانے اور بیویوں کی نیت سے روزہ رکھتی ہیں اور یہ عبادت میں شرک ہے۔ دوسری شرط چوری سے روکنا ہے جو کہ کبیر سے گناہوں میں سے ہے۔ نمازیں چوری سے منع کرنا کو وہ بدترین قسم کی چوری ہے اور روکنا و سجود و تومر و مجلس میں اطمینان کا حکم دینا۔	۱۰۹	مکتوب نمبر ۳۵۔ نصیحت اور جوانی کو قیامت سمجھنے کے بیان میں۔
۱۲۰	تیسری شرط زنا سے رکنا ہے اور اس کی تخصیص کی وجہ کا بیان اور یہ کہ زنا میں چھ خصائص ہیں جن میں دنیا میں اور تین آخرت میں اور انکھ بکھانہ ہاتھ اور پاؤں وغیرہ کے زنا سے منع کرنا اور مردوں اور عورتوں کو غیر حرم کی طرف دیکھنے سے نگاہ نیچی رکھنے کا حکم۔	۱۱۰	مکتوب نمبر ۳۶۔ اس بیان میں کہ جو جیل مطلق کی طرف سے آئے وہ جیل ہے۔
۱۲۱	تیسری شرط زنا سے رکنا ہے اور اس کی تخصیص کی وجہ کا بیان اور یہ کہ زنا میں چھ خصائص ہیں جن میں دنیا میں اور تین آخرت میں اور انکھ بکھانہ ہاتھ اور پاؤں وغیرہ کے زنا سے منع کرنا اور مردوں اور عورتوں کو غیر حرم کی طرف دیکھنے سے نگاہ نیچی رکھنے کا حکم۔	۱۱۱	مکتوب نمبر ۳۸۔ اس حدیث کے معنی کی تحقیق میں کہ میری امت عنقریب تہتر ہزار فرقت ہو جائے گی اور ارباب فقر کے درجہ کی تحقیق میں۔
		۱۱۲	مکتوب نمبر ۳۹۔ صوفیہ کے علم الیقین اور مراباب معقول کے علم الیقین میں فرق کا بیان۔
		۱۱۳	مکتوب نمبر ۴۰۔ غولہ حسام الدین نے بعد اپنے متبعین کے حج کے لئے ہلنے کا مشورہ طلب کیا اس کے جواب میں۔
		۱۱۴	مکتوب نمبر ۴۱۔ عورتوں کے متعلق ضروری نصائح اس آیت کی تفسیر کے ضمن میں یا ایہا النبیؐ اذ اجاء لف اللویثات الخ اور یہ آیت فتح مکہ کے دن نازل ہوئی تھی۔
		۱۱۵	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں سے صرف
		۱۱۶	

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۲۹	کوئی دوسرا امر جو حیثیت کو مستلزم ہو نہیں۔ میں جواب میں کہتا ہوں الخ۔	۱۲۳	جانتا چاہیے کہ دل انگیز کے ماتحت ہے جب تک آنکھ محرمات سے بند نہ کی جائے دل کی حفاظت مشکل ہے اور جب دل گرفتار ہو جائے تو خرد گناہ سے پرانا مشکل ہے نرم گفتگو سے روکنا اور بھلی بات کہنے کا حکم اور زینت اور محاسن ظاہر کرنے اور زمین پر پاؤں مارنے سے ممانعت کا بیان۔ اور اس کا بیان کہ اجنبی عورت عورت کے لئے اجنبی مرد کی طرح ہے الخ۔
۱۳۰	اصل سوال کا دوسرا جواب میں کہتا ہوں کہ یہ اعتراض نفی رویت کی طرح وجود پر بھی ہو سکتا ہے اور رویت کی نفی وجود کی نفی بھی کرتی ہے۔	۱۲۴	چوتھی شرط۔ عورتوں کی بیعت میں اولاد کو قتل کرنے سے روکنا ہے۔
۱۳۱	سوال: جو کہتا ہے کہ تمام جہات عالم میں احاطہ و محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہو، جواب میں کہتا ہوں کہ تمام جہات عالم میں ہونا احاطہ اور تحدید کی نفی نہیں کرتا۔	۱۲۵	پانچویں شرط۔ بہتان و افتراء سے ممانعت ہے۔ چھٹی شرط۔ ہر کام کے متعلق پیغمبر کی نافرمانی سے ممانعت ہے اور اس ضمن میں کسی مفصل مثالیں لائے ہیں۔
۱۳۲	اس قسم کے احکام منزل پر ایمان لانا چاہیے اور اس کی کیفیت کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا چاہیے۔ اور اگر عقل کفایت کر سکتی تو اہل علی سینا جیسا آدمی تمام احکام عقیدہ میں حتیٰ پہ ہوتا الخ۔	۱۲۶	استاد اور پیر پکڑنے کی غرض اور اس کے متعلق سوال و جواب۔
۱۳۳	علماء اہل سنت تمام احکام شرعیہ کا اقرار کرتے ہیں خواہ وہ سمجھ میں آئیں یا نہ اور ان کی کیفیت معلوم ہونے کی وجہ سے ان احکام کا انکار نہیں کرتے۔	۱۲۷	مکتوب نمبر ۴۲: مکتوب الہ کو بشارت دینے کے بیان میں اور یہ کہ میر محمد نعمان پر آپ کی خصوصی توجہ تھی۔
۱۳۴	عقل اگرچہ عجت ہے لیکن حجت کاملہ نہیں ہے محبت کاملہ انبیاء کی بعثت سے پوری ہوتی ہے۔	۱۲۸	مکتوب نمبر ۴۳: ان کلمات کے بیان میں جو سلطان وقت کی مجلس میں گزرے۔
۱۳۵	مکتوب نمبر ۴۴: قلب مومن کی بندی شان اور اس کی ایذا سے منع کرنے کا بیان۔	۱۲۹	مکتوب نمبر ۴۴: رویت اخروی کے منکرین کے شبہات کے رد میں۔ سوال: اگر خدا تعالیٰ مرنے ہو تو چاہیے کہ نہ محاط اور مددک بصر بھی ہو اور وہ حد نہایت کو مستلزم ہے۔
۱۳۶	مکتوب نمبر ۴۵: عروج اور نزول کے بیان میں۔	۱۳۰	جواب: میں کہتا ہوں ہو سکتا ہے کہ وہ مرنے ہوا الخ۔
۱۳۷	مکتوب نمبر ۴۶: دعا کے اسرار اور علماء اور صلی کی تعریف کے بیان میں۔	۱۳۱	سوال: اگر کہیں کہ واجب تعالیٰ میں رویت اس کے چیزوں کے متعلق علم سے عبارت ہے اور علم کے سوا
۱۳۸	مکتوب نمبر ۴۷: اللہ تعالیٰ کی اقریت کے راز اور اس بیان میں کہ ذات کی حقیقت کا انکشاف علم حضوری	۱۳۲	

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
صفحہ	مکتوب نمبر ۵۵: فقرے لن کی طرف واپس چلے جانے کی خدمت کے بیان میں۔ مکتوب نمبر ۵۶: صحبت گزشتہ کے فوت ہو جانے پر افسوس اور سوار جدیدہ کی طرف اشارہ۔ مکتوب نمبر ۵۷: حدوث عالم کا بیان اور عقل فعال کی تردید۔ ان لوگوں کی خدمت جو اللہ تعالیٰ کے سوا بعض چیزوں مثلاً افلاک و کواکب اور سبائط و عناصر اور عقول و نفوس کے قدیمی ہونے کے قائل ہیں اور اس کا بیان کہ امام غزالی نے انکو کافر کہا ہے مختصر یہ کہ ممکنات میں جس طرح عدم سابق تھا اسی طرح عدم لاحق بھی ہے اور اس کا تسلیم کرنا مندریات دین سے ہے۔ مکتوب نمبر ۵۸: اس بیان میں کہ ممکنات کی خلق اور نمود اور وجود مرتبہ و ہم میں ہے جس نے استواری حاصل کر لی ہے اور ممکنات کے متعلق آیات ہیں۔ کہ جنہوں نے علم و اجہی کے شرائط میں تمیز پیدا کی ہے اور مجدد صاحب اور شیخ محی الدین ابن عربی کے مذہب کا فرق ہے۔ مکتوب نمبر ۵۹: روزِ سر و حوادث کو اللہ تعالیٰ کے ارادہ کی طرف لوٹانے اور اس سے لذت حاصل کرنے کے بیان میں۔ مکتوب نمبر ۶۰: اس بیان میں کہ انسان کی ذات علم ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی صفات و اسماء کے ظلال کا انعکاس اور اس کا بیان کہ انسان کی ذات اس کا	صفحہ	سے ہے۔ پوشیدہ نہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے متعلق علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو لازم آیا کہ خداوند تعالیٰ کی ذات بھی منکشف ہو جائے اور یہ علماء کے مقررہ عقیدہ کے برخلاف ہے میں کہتے ہوں کہ یہ علم الخ۔ اگر ادراک حاصل نہ ہو تو انکشاف کس کام کا؟ میں کہتا ہوں الخ۔ سوال: انکشاف ہے درک کس طرح لذت حاصل کرنے کو مستلزم ہے جواب: انکشاف علم کا الخ۔ مکتوب نمبر ۶۱: اس بیان میں کہ عارف کا اپنے متعلق علم حضور صلی اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کر لیتا ہے۔ مکتوب نمبر ۶۲: علماء راہنیں کے استدلال اور لکھا گیا ہر کے اثر سے موثر پر استدلال میں فرق کا بیان۔ مکتوب نمبر ۶۳: دل کے یقین اور تصدیق میں فرق اور اس کے متعلق سوال و جواب۔ مکتوب نمبر ۶۴: خائے قلب و نفس اور علم حصولی اور علم حضور صلی اللہ تعالیٰ کے زوال کے بیان میں اور دل سے ماسوا کے حصول جاننے کی علامت کا بیان۔ مکتوب نمبر ۶۵: وجود و شہود کی وجہ سے ذات اور صفت کے زوال کا بیان اور اس کے متعلق سوال و جواب اور آپ کی عبارت میں تعارض کے رد کرنے کا بیان۔ مکتوب نمبر ۶۶: شرع متین کی ابتداء اور دشمنان دین سے جنگ کرنے کا بیان

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
صفحہ	حصہ کسی صفت سے متصف ہو اور کوئی دوسرا حصہ کسی دوسری صفت سے متصف ہو۔ بعض ذلیق مطالب کے ادا کرنے میں تنبیہ جو کہ ذات و صفات سے تعلق رکھتے ہیں عبارت کے میدان کی تنگی کی وجہ سے ایسے الفاظ لائے جاتے ہیں جن سے ممکن کی صفات کا شبہ ہوتا ہے ان الفاظ کو ظاہر سے پھیر دینا چاہیے۔ الخ۔ مکتوب نمبر ۶۵: اس بیان میں کہ بقائے اجد ذات عارف کو صفات میں سے ہر صفت اور لطائف میں سے ہر لطیف اپنی پوری ذات سے پیدا ہوتا ہے اور جو کچھ عام مومنوں کو آخرت میں میسر ہوگا وہ اولیاء کو دنیا میں حاصل ہے۔ مکتوب نمبر ۶۶: المجاز قنطرة الحقیقة (جب ذ حقیقت کا ہنک ہے) کے معنی کے متعلق سوال کے جواب میں۔ جان لیں کہ المجاز قنطرة الحقیقة اس صورت میں ہے کہ مجاز میں گرفتاری درمیان میں نہ رہے۔ بیوقوف اور نا پختہ موقوفوں نے اس عبارت کا معنی سمجھا اور غلط کیا کہ اچھی صورتوں میں گرفتاری پیدا کر لی۔ مکتوب نمبر ۶۷: کائنات کی حقیقت کے بیان میں اور حضرت صاحب کے مکتوف اور صاحب فتوحات کیہ کے مکتوف میں فرق مکتوب نمبر ۶۸: مرتبہ وہم کی تحقیق کہ عالم اس	صفحہ	نفس نامطلقہ ہے۔ اور فنائے قلب و نفس اور علم حصولی و حضوری کا زوال اور بعثت انبیاء کی غرض اور فائدہ پاننانا چاہیے کہ تزکیہ نفس دو طرح پر ہے۔ ایک طریق انابت اور دوسرا جذب اور ان دونوں طریقوں میں فرق کا بیان۔ اور سادہ لوح کے وہم و خیال کی تردید۔ مکتوب نمبر ۶۱: اس بیان میں کہ عارف کو کبھی بعض مطالب کا دیکھنا عروج کا زینہ بن جاتا ہے اور پہلی اور دوسری نظر میں فرق اور سوال و جواب۔ مکتوب نمبر ۶۲: انسان کے فانی عدم کی بنا پر اس کے وجودی فنا کی نفی۔ مکتوب نمبر ۶۳: اللہ تعالیٰ کے احاطہ و قرب و معصیت کے راز کو بیان کرنے اور اس عظیم راز کو قرآن مجید کے مشکل اور مجمل کی طرف راجع کرنے کے بیان میں۔ جاننا چاہیے کہ اس معنی کے بغیر قرب و اتصال کا جس طرح سے بھی تصور کریں وہ تشبیہ اور تخیس کے بغیر نہ ہوگا۔ مگر یہ کہ ایمان لائیں اور اس کی کیفیت میں مشغول نہ ہوں۔ مکتوب نمبر ۶۴: پوری فنا کے بیان میں جو کہ ذات و صفت کا زوال اس کے ساتھ و الہیتہ ہے اور جب سب کے وجود کی حقیقت اور ممکن سے زوال عدم اور اس کے عروج و شہوت کی بقا اور دوسرے باریک نکات اور فائدے اتم کے متعلق سوال و جواب جان لیں کہ وہ صفات جو ذات و اجہی سے تعلق رکھتی ہے پوری ذات ان صفات میں سے ہر ایک کے ساتھ متصف ہے یہ نہیں کہ ذات کا کچھ

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
	پر مبنی ہے۔ جانتا چاہیے کہ علم واجب الوجود مکتوب نمبر ۶۴ :- صاحب نصوص کے کلام کی شرح کے بیان میں۔		مرتبہ میں نمودار و نمودار رکھتا ہے اور اس کے مناسبات کے بیان میں۔
	تجلی ذاتی کا بیان اور حضرت بقیہ صاحب کی خاص رائے۔		مکتوب نمبر ۶۹ :- التزام شریعت کی ترغیب اور ارباب جمعیت کی صحبت کے بیان میں۔
	مکتوب نمبر ۷۰ :- تجلی افعال و تجلی صفات و تجلی ذات سبحانہ کے بیان میں۔		مکتوب نمبر ۷۰ :- ارباب جمعیت کی صحبت کی ترغیب میں اور خواجہ احرار کی حکایت کہ اگر جہد کے دن کی وہ ساعت جس میں قبول ہوتی ہے مل جائے تو ارباب جمعیت کی صحبت طلب کرنا چاہیے۔
	ان کے اس قول کا بیان کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے متعلق علم جہل ہے۔		مکتوب نمبر ۷۱ :- حقائق مہم جو کہ عالم ہے اور موجود حقیقی جو کہ صانع عالم ہے کے درمیان تمیز۔
	تمت بالخیر		مکتوب نمبر ۷۲ :- اس بیان میں کہ لشکر کی رنگارنگی ارباب جمعیت کے لئے دلجمعی کا باعث ہے۔ اور ان کے سوال کا جواب جو انہوں نے مولود پڑھنے کے لئے کیا تھا کہ اس میں کیا حرج ہے؟
			مکتوب نمبر ۷۳ :- صفت حیوۃ جو کہ علم سے اوپر ہے کے اسرار اور اس بیان میں کہ جس طرح علم صفات نائذہ سے ہے اسی طرح شیون غیر نائذہ سے ہے۔
			جس طرح فقیر حیوۃ کی صفت کی سیر میں پڑا تھا تو ایں مقام کی تہ میں بہت دور مشہود ہوتا تھا۔ کہ شیعہ نے اس جگہ گھٹیا بنا رکھی ہے اور اس میں اقامت اختیار کی ہے۔ اس بیان سے لازم آیا کہ علم مرتبہ حیات میں جو کہ اس کے اوپر ہے ثابت نہیں ہوتا پس اس کا نقیض ثابت ہوتا ہے۔
			اس اشکال سے رہائی ایک دقیقہ کی معرفت

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
تَحْمِيدُهُ وَتُصَلِّيَ عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

اُردو ترجمہ مکتوبات شریف

دفتر سوم حصہ اول

تمہید

یہ تیسری جلد معرفۃ الحقائق کے نام سے موسوم ہے خواجہ محمد باشم کشمی رحمۃ اللہ علیہ ان مکتوبات کے جامع ہیں۔

اما بعد یہ کلمات طیبات اور بلند درجہ حروف جن کا ہر نقطہ بے قرار دلوں کی پرکار کامرکز اور محبت ذاتیہ کی آگ تیز کرنے والا اور اغیار کی آنکھ کو بے نور کرتا ہے اور حقائق و معارف کی دہنوں کے رخسار کو زینت بخشنے والا خال اور دور سے ہائیکوں کو دیکھنے والی آنکھوں کی کپلی ہے احدیت کے موجزن دریا کا نہایت قیمتی ہر وارید ہے جسے ایک پاک ترین غوطہ زن کے باطنی لبے ہاتھ ساحل پر نکال لائے ہیں اور جان بخشنے والا نافع ہے جسے صحرائے ہوسرت کے ہرن کی نابت سے ایک سیاح کے بیان کے پورے محفل میں کچھنچ لائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فقراء کو اس قدر تقسیم کے ذریعے بے نیاز کر دیا ہے اور اس خوشبو سے ان کی ارواح کے دل و دماغ کو معطر کرتا ہے

زہریک نقطہ اش چوں نافہ تر نیم وصل جانان سے زندہ سر

دلے کز بردت و در کام است چہ داند نافہ اش گرد و رشام است

سرایم مدح ان سیاح غواص کنم خوشید ماچوں ذرہ رقاص

ان مکتوبات کا ہر نقطہ نافہ کی طرح مہک رہے۔ وصل معشوق کی خوشبو ان سے پھیلی ہے۔

لیکن وہ شخص جسے شندک کے باعث لکام ہو چکا ہے وہ اس نافہ کو کیا جان سکتا ہے اگرچہ یہ نافہ اس کی ناک میں ہی رکھ دیا جائے۔

حقائق و معارف کے سمندر میں غوطہ زن سیاح کی مدح سوائی کرتا ہوں۔ میں آفتاب کو قوس کی طرح رقص میں لاتا ہوں۔

میں فرزند فاروق است چوں اب کنوں نطق از زبان او کند رب نہ
سراپا سخن اخلاق فاروق بزرگ منقصت تریاق فاروق نہ
چراغ نقش بند ہفت محفل نگاہش نقش بند غیب از دل نہ

آپ مخلوقات کے فرما دوس حقائق کے سمندر کے غوطہ زن ہیں۔ آپ وصول اللہ کی معراج اور قبول حق کا
کھلا راستہ ہیں آپ خیر رحمت اور وفیہ حکمت ہیں۔ دلوں میں جھانکنے والے۔ علوم غیبیہ کے طلوع کا مقام
ہیں۔ عالمین کے اکٹھا ہونے کی جگہ ہیں۔ کالمین کی حجت اور دلیل ہیں۔ پسندیدہ لوگوں کی آنکھ کی پٹی اور اندھنوں
کا باغ ہیں۔ آپ طریقت کے نور حقیقت کے پھول جہان والوں کے لئے زینت اور عالموں کی آنکھ ہیں۔ آرزووں
کی کہان۔ امیدوں کا رشتہ۔ راہنمائی کا آئینہ۔ محبت کی سرچھی۔ رموز و اشارات کی جلتے ظہور خزانوں اور بشارتوں
کا منبع ہیں۔ دریائے حسن طاحت کے نادر اور خوبصورتی صباحت کے گھر کا چراغ ہیں۔ ولایت محمدی اور ولایت
ابراہیمی کے دو دریاؤں کو ملانے والے ہیں۔ اور دگرگوںوں کے درمیان صلح کرانے والے ہیں۔ آپ مشکلیں کی
جائے استنباد اور متوحیدین کی دلیل ہیں۔ سلف کی برہان اور خلف کی حجت ہیں۔ ان وفود و ارباب معرفت کا
اعتماد مہدی موعود کی تشریف آوری کے پیغام رساں ہیں۔ اصل و فرع کے آفتاب اور دین و شرع کی رونق
ہیں۔ میدان البشر کے وارث۔ گیارہویں صدی کے روشن کرنے والے یعنی مجدد الف ثانی امام ربانی سے

۱۔ کجا گرد و زو صفش خامر آگاہ چہ نم دریا بداز دریا پر کاہ نہ

۲۔ بہمان بہتر کزین پس گوش باشم سراپم نغمہ و خاموش باشم نہ

آپ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس نام کے ہمنام ہیں جس کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے بشارت دی یعنی ایشیخ احمد بن ایشیخ عبدالاحد نسب، میں فاروق مذہباً حنفی مسلک، و مشرب
میں نقش بند صلی اللہ علیہ وسلم اہل جہان پر آپ گسایہ حیات، دائم رکھے اور قیامت تک آپ کی برکتوں کے
دریاؤں سے انہیں سیراب کرتا رہے۔

وقت اور حال کے لحاظ سے وہ لوگ کس قدر خوش نصیب ہیں۔ وہ مطالعہ کرنے والے سلیم القلب

۱۔ فاروق حکم کے یہ احقر ہر تقدس سرور از زبان کی طرح نصرت و شرف ہیں۔ اب خدا تعالیٰ حضرت محمد علیہ السلام کی زبان سے بات کرتے ہیں۔

۲۔ آپ اخلاق فاروق کا نسخہ جامع ہیں۔ نقائص کے زہر کے لئے آپ فاروق تریاق ہیں

۳۔ آپ سلسلہ نقشبندیہ کی ساتوں محفلوں کا چراغ ہیں۔ آپ کی نگاہ غیر حق کو دل میں آنے سے روک دیتی ہے۔

۴۔ نظم آپ کے وصف سے کیسے آگاہ ہو سکتا ہے۔ معمولی نمی دریا سے ادنیٰ تلکے سے زیادہ کیا پا سکتی ہے

۵۔ تو یہی بہتر ہے کہ اس کے بعد کان بن جاؤں آپ کی صفت و شان سنتا رہوں۔ نغمہ سرائی کروں اور خاموش ہو جاؤں۔

حضرات کہ جب ان کی نظر کی سیاہی تلی ان اسرار اور کلمات کے ذخیرہ عظیم کی سیاہی پر کھلتی اور پرتی ہے تو بے طعنے رہانی اس سیاہی (مکتوبات شریف کے حروف) سے خدا تعالیٰ کے حضور کی امداد پاتے ہیں اور اس سیاہی سے اپنے دلوں کو پر نور کرتے ہیں اور کتنے ہی خوش مآب اور خوش مال ہیں وہ مستقیم الاحوال پڑھنے والے کہ جب ان کی زبان اس عظیم دریا سے آشنا ہو جاتی ہے تو الہام سبحانی سے ان کی جان ٹھاس سے بھر جاتی ہے اور ملاوت و شریعت میں گم ہو جاتی ہے۔ ان پاک طبیعت ہم جنس اور ان نیک اعتقاد سعادت مندوں کو مرجا کہ جب غایت ہاریکی اور خفا کے باعث ان نکات و رموز کا جو عقل کی سمجھ سے بالاتر ہیں سپردہ نہیں آتے تو اپنی عدم یافت اور تصور دریافت کو لے کر صدقنا کے راستے پر دوڑ پڑتے ہیں۔

ۛ کے راز ایشاں جز ایشاں نہ داند ۛ

گویا سب کچھ تسلیم کرتے ہیں اور اس طرح سعادت ابدیہ کے نقد پھلوں کو اپنے ہاتھ میں لاتے ہیں یہ سعادت اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے کو نصیب ہوتی ہے۔

لیکن مکتوبات شریف کے پڑھنے والے ان کچھ ہیں اور انہیں سننے والے عیب جو حضرات پر افسوس کہ ان غیبی ملہد سے جو کچھ ان کے فہم و سمجھ میں آتا ہے اور ان کی طبیعت کے مطابق ہوتا ہے۔ اسے اس صاحب کلام کی طرف سے گفتگو کی مہارت اور خیال کی اختراع کی طرف لوٹاتے ہیں اور جو کچھ رموز و کنایات میں سے اپنی طبع کے موافق نہیں پاتے کوتاہ نظری سے اپنی نقصان و عیب کی زبان دراز کرتے ہیں اور مطابق انسان پیشہ اس چیز کا دشمن ہوتا ہے جسے نہیں جانتا۔ "منا گفت کا پنہ نکال لیتے ہیں۔ نہیں جانتے کہ یہ بلند گروہ اپنے پوشیدہ اسرار کے اظہار میں درمیان میں نہیں ہوتا۔ ۛ

ایشاں بیند ایں ہمہ الحان زمطرب است ۛ

اللہ سبحانہ ہمارے بھائیوں کو اپنے پوشیدہ عیوب اور صفائش پاک دلوں کے اسرار غیب سے بینا کرے اور ان دانائے سر سے کینہ کی پر فریب زنجیر و طوق سے نجات بخشے جو زنجیر و طوق اپنے دل اور گردن میں ڈالے رکھتے ہیں یعنی بھٹکنے سے اپنے آپ کو قابو میں رکھتے ہیں۔

اور وہ جو میں نے کہا کہ یہ حضرات اسرار کے بیک وقت کے درمیان میں نہیں ہوئے اس کی دلیل خود ان اصحاب اسرار سے سن لیں۔ ۛ

بہر حال تو ہم حال تو برہان و دلیل ۛ

ۛ ان کے سوا انہیں کوئی نہیں جانتا۔ ۛ وہ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہہ رہے بلکہ یہ سب مطرب کی آواز ہے۔

ۛ تیرے حال پر تیرا اپنا حال ہی برہان و دلیل ہے۔ ۛ

جب فتوحات کی کان مکتوبات کی جلد اول جو در المعرفت کے نام سے موسوم ہے، اتمام و اختتام کی تاریخ کو پہنچی تو گفتگو کے صلاف اور میٹھے پانی کے بعض پیاسوں نے خدمت اقدس میں عرض کی کہ اگر اشارہ عالیہ ہو تو اسرار کی نہریں موتی بکھیرنے والے قلم کے چشمرے سے جو کچھ پھوٹ پھوٹ کر جمع ہو رہا ہے اس سے جلد ثانی کا دریا نمودار ہو جائے تو حضرت اقدس نے نہایت افسار اور خدا تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے فرمایا یہ تمام علوم جو ظاہر ہوئے اور تحریر میں آئے ہیں ان کے بارے میں فکر و حیرت میں ہوں کہ بارگاہ ایزدی میں مقبول و پسندیدہ ہیں یا نہیں پھر خاموشی اختیار کر کے بشارت و الہام کے منتظر ہوئے۔ دوسرے دن فرمایا مجھے آواز آئی ہے اور ظاہر کیا ہے کہ یہ تمام مکتوبات تو نکلے ہیں بلکہ جو کچھ بھی تیری گفتگو میں آیا ہے مقبول و پسندیدہ ہے اور میرے لکھے ہوئے کی طرف اشارہ فرمایا کہ یہ سب کچھ سمجھنے لگا اور ہمارا بیان ہے اور اسی وقت وہ تمام علوم میرے سامنے رکھے اور میں نے ایک ایک بات پر اجمالاً اور تفصیلاً نظر ڈالی خاص کر ان علوم میں جن میں مجھے کسی وقت تردد اور شک رہا تھا میں نے ان سب کو اس حکم میں داخل و شامل پایا **لَا تَحْصِيهَا** تو قابل احترام قلم کو اسرار قدم کی تحریر میں جاری کیا اور جب وہ (جلد دوم) ۹۹ مکتوبات تک پہنچی جو اسامی حسنی کے عدد کے مطابق ہے تو اسی عدد پر ختم کر دی۔ اور جلد اس سال میں اختتام پذیر ہوئی جس کی تاریخ نور الخلائق سے ظاہر ہے

بعض مکاتیب جو اس کے بعد منصب گزارش اور صحیفہ نگارش میں آئے ان کے بارے میں اعلیٰ نسب والے امیر عمدہ حسب دلے سید قطب زمانہ دریگانہ سے

- ۱ در تغیر را بجرے دکانے تن تجرید را روح و جانے
- ۲ دم از آئینہ ساز لو نور زائل دم او صیقل آئینہ دل

ایقال و عرفان کی کان یعنی محمد النعمان بن شمس الدین محی مشہور بپیر بزرگ بدخشانی سلمہ اللہ والقاہ جو حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے بڑے خلفا میں سے کامل طیفہ ہیں اور حضرت امام ربانی قدس سرف کے حکم سے جانب رکن میں مخلوق کے راہنما اور اس بلند طریقہ کو رواج دینے والے ہیں نے التماس کیا کہ ان بکھرے ہوئے موتیوں کو جمع کر کے جلد ثالث کے لئے محفوظ رکھا جائے تاکہ وقت پر کام آئیں۔ اس التماس کو شرف قبولیت نصیب ہوا۔ جب یہ مکتوبات تیس سے کچھ اوپر ہوئے تو سیادت و نقابت پناہ میر محمد نعمان اور اس درگاہ کے خادموں میں ظاہری اور ضروری جدائی حاصل ہو گئی۔ اور حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ دل بے نظیر

۳ مراد یہ کہ موتیوں کی معدن اور کان۔ تجرید کے رسم کے لئے روح اور جان۔

۴ سانس تو آچنے سے نور کو زائل کر دیتا ہے مگر آپ کا دم اور سانس دل کے آچنے کو صیقل اور صاف کرتا ہے۔

بھی مدت دراز تک تحریر معارف اور تقریر مکاشفات پر آمادہ نہ ہوا۔ یہاں تک کہ تائید و ہدایت خداوندی
 جل شانہ سے کئی سال بعد اس ضعیف کی آرزو کہ جس کا نام اس جلد کے مکتوب اول کے آخر میں مجدد صاحب
 کے قلم سے لکھا گیا ہے اس سنہ میں کہ جس کے عدد خاک نشین کے لفظ سے ظاہر ہیں حضرت مجدد صاحب
 رضی اللہ عنہ کی دہلیز مبارک پر بیٹھنے کی سعادت حاصل ہوئی تو اس وقت زبان غیب کا دریا اور حضرت
 ایشاں کی انگلیوں کے پورے تقریر کے موج اور جوش تحریر میں آئے اور اس غریب نواز نے اپنی انتہائی رحمت
 و شفقت سے اس کمترین کو ان مسودات کے جمع کرنے اور سواد سے بیاض میں نقل کرنے کے لئے ممتاز فرمایا
 اور اسی سال میں کہ وہ لفظ ثالث سے معین ہے تیسری جلد مکمل کرنے میں کامیاب ہو گیا اور جب مکتوبات
 کا شمار ۱۳ تک پہنچا جو کہ حروف باقی ۱۲ کے عدد کے موافق ہے اور تین اعتبار سے اس کو یہیں پر ختم کرنا
 نہایت شایاں و زیبا تھا اس جلد کو اسی سال میں کہ جس کے اعداد کا اس الراستین سے بھی ظاہر میں ختم کر دیا اس
 کے بعد ایک مکتوب کو جو کہ علوم جدیدہ اور اسرار غریبہ کی تازگی سے ظاہر ہوا تھا اس کے متعلق حکم دیا کہ ستوری
 کی مہر اسے قرار دیا جائے اور ایسا ہوا کہ اس کو ملانے سے قرآن مجید کی سورتوں کے عدد کی مطابقت ہو گئی۔
 سواول و آخر ظاہر و باطن اللہ تعالیٰ ہی کی سبب تعریفیں ہیں۔ طالبان حق کو اس خوان پر نائندہ سے جان کی
 غوراک اور ایمان کی قوت خدا تعالیٰ کی مہربانی سے قیامت تک نصیب ہو۔ اور وہی سیدھے راستہ کی طرف
 راہنمائی کرنے والا ہے۔

مکتوب نمبر ۱

سیادت و ارشاد پناہ میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا
خداوند تعالیٰ اہل سلطانہ کی ذات و صفات و افعال کی اقرینیت سے متعلق ان کے سوال کے
جواب میں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ ماہی و سلام علی عباده الذین اصطفیٰ

آپ کا مکتوب گرامی پہنچا آپ نے بہت تکلیف اٹھائی اللہ تعالیٰ آپ کی کوشش کو قبول فرمائے۔ آپ
نے کئی بار خداوند جل سلطانہ کی ذات و صفات و افعال کی اقرینیت کے متعلق سوال کیا ہے اور آپ اس
بیان کے شائق ہیں تو ضرورت کے مطابق لکھا جاتا ہے

معلوم ہونا چاہیے کہ ہر شے اپنی اصلی ماہیت کے ساتھ شے ہے اور اس شے کی ماہیت کے ثبوت
کے طور پر کسی بنانے والے کا بنانا درکار نہیں ہے بلکہ ثبوت شے خود اس کے نفس کے لیے ضروری (بیزہی)
ہے یہی وجہ ہے کہ فلاسفہ نے کہا ہے کہ نفس ماہیات میں جعل (بنانا) ثابت نہیں ہے۔ اور ماہیات مجہول
(بنائی گئی) نہیں ہیں۔ بنانے والے کا بنانا ماہیات میں صفت پیدا کرنے کے لیے درکار ہے مثلاً ایک بگریز
کا کام یہ ہے کہ وہ کپڑے میں رنگ کی صفت پیدا کرے نہ کہ کپڑے کو کپڑا بنائے یا رنگ کو رنگ بنائے
کیونکہ وہ محال ہے اور تحصیل حاصل ہے۔

پس جعل (بنانا) نفس شے میں نہ ہوا بلکہ شے میں صفت پیدا کرنے کے لئے ہوا پس ثابت ہوا کہ شے
اپنی ماہیت کے ساتھ شے ہے اور یہ بات کشفی نظریں ظل (سایہ) اشے اور عکس شے میں نہیں ہے کیونکہ
کسی چیز کا ظل و عکس ہو۔ بہت ظلی و عکسی کے ساتھ ظل اور عکس نہیں ہے بلکہ اپنے اصل کی ماہیت
سے ظل و عکس ہوا ہے کیونکہ ظل کی کوئی حقیقت نہیں ہے بلکہ اس کے اصل کی ماہیت ہے جس نے ظل
سے اپنے آپ کو ظاہر کیا ہے۔ پس ظل کے لئے اس کے اپنے وجود سے اس کا اصل زیادہ قریب ہوگا۔
کیونکہ ظل اپنے اصل سے ظل ہے نہ کہ بنفس خود۔

چونکہ تمام عالم افعال و اجبی جل سلطانہ کے عکس و ظلال ہیں تو لازماً صفات عالم کے ساتھ عالم
سے جو کہ افعال ہیں زیادہ قریب ہوگی کیونکہ وہ ان کے اصل کا اصل ہیں اور جب صفات بھی

ظہور تعالیٰ کی ذات کی ظلال میں اور اللہ جل سلطانہ کی ذات تمام اصول کی اصل ہے تو لازماً اللہ تعالیٰ کی ذات عالم کے ساتھ عالم سے اور افعال و صفات خداوندی سے زیادہ قریب ہوگی۔ یہ ہے اللہ تعالیٰ کی اقنویت کا بیان جو کہ تحریر بیان میں آسکتا ہے۔ عقلاء اگر انصاف کریں تو ہو سکتا ہے کہ اس معنی کو قبول کر لیں اور اگر قبول نہ کریں تو کوئی غم نہیں کیونکہ وہ بحث سے خارج ہیں۔

اور چونکہ اس بیان میں عقلی مقدمات بھی بیان ہوئے ہیں اگر سیادت پناہ میر شمس الدین علی کو بھی اس مکتوب کے مطالعہ میں شامل کر لیں تو گنجائش رکھتا ہے اور آپ نے لکھا تھا کہ مکتوبات کی تیسری جلد شروع کریں؟ تو آپ ایسا کر لیں کیونکہ اللہ والے جس چیز میں درستی دیکھتے ہیں ہو سکتا ہے کہ اس میں برکت ہو اور جب آپ میر مشار الیہ (شمس الدین علی) کو یہ کام سپرد کریں تو انہیں کہیں کہ متعدد نسخے تیار کریں اور ان کی ایک نقل سرہند میں بھی بھیج دیں اور مستودات کو محفوظ رکھیں شاید کسی وقت ضرورت پڑے۔

اور یہ فقیر آپ کے جاننے اور رہنے میں حیران ہے آپ کی ملاقات کی خواہش بہت زیادہ ہے اور آپ کے جاننے کے متعلق زبان نہیں کھول سکتا اور رہنے کے متعلق بھی نہیں کہہ سکتا ایسا نہ ہو کہ آپ کا رہنا بہت ہی جماعت کی مصالحتوں کے خلاف ہو۔ اس قدر ضرور ہے کہ اگر آپ جائیں تو خواجہ محمد یاشم کو بھیج دیں کہ چند روز صحبت میں رہے اور بعض علوم و معارف سیکھ لے کہ وہ ایک نوجوان قابل آدمی معلوم ہوتا ہے۔ اور مشار الیہ چونکہ آپ کا پروردہ ہے اور آپ کے مذاق کو پہچانتا ہے اپنے سوالات اس کے حوالے کر دیں کہ وہ جواب لے کر ان کو آپ تک پہنچا دے والسلام۔

مکتوب نمبر ۲

حضرت جامع الاسرار والعلوم مخدوم زادگان گرامی خواجہ محمد سعید و خواجہ محمد معصوم سلمہا اللہ تعالیٰ کی طرف صادر فرمایا۔

(وعظ و نصیحت اور خلقت سے قطع تعلق کرنے اور حق سبحانہ و تعالیٰ کی جناب سے متوسل

ہونے کے بیان میں۔)

الْحَمْدُ لِلَّهِ مَا رَبَّ الْعَالَمِينَ

خوشی غمی آسانی اور تنگی، نعمت اور نعمت، رحمت اور رحمت، سختی اور نرمی، عطا اور بلا غرض ہر حال میں تمام تر تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں اور درود و اور سلام ہوا جس پر جس کی ایذا کی مثل کسی نبی کو ایذا

نہیں دی گئی اور ان کی آزمائش کی طرح کسی کی آزمائش نہیں کی گئی اور اسی لئے وہ تمام جہانوں کے لئے رحمت اور پہلوں اور پچھلوں کے سرشار ٹھہرے ہیں۔

معزز شیوا اگرچہ مصیبت کا وقت تلخ اور بے مزہ ہے لیکن اگر فرصت مل جائے تو غفیرت ہے اس وقت میں جس طرح کی فرصت آپ کو ملی ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد و بجا لائیں اور اپنے کام کی طرف متوجہ رہیں اور ایک لمحہ اور ایک لحظہ بھی اپنے لئے فراغت کا تجویز نہ کریں اور چاہیے کہ تین چیزوں میں سے ایک میں بہر حال مشغول رہیں قرآن مجید کی تلاوت اور لمبی قراءت سے نماز کی ادائیگی اور کامیہ طیبہ لا الہ الا اللہ کا تکرار۔ چاہیے کہ لڑکے کلمہ کے ساتھ اپنے نفس کی خواہشوں کی نفی کی جائے اور اپنی مراد اور مقصد کو دور کریں اپنی مراد کو طلب کرنا اپنی خداوندی کا دعویٰ کرنا ہے۔ چاہیے کہ میدان کے میدان میں کسی مراد کی گنجائش نہ ہو اور خیال میں کوئی ہوس باقی رہے تاکہ بندگی کی حقیقت ثابت ہو اپنی مراد کا چاہنا اپنے امکان کی مراد کے رد کرنے کو مستلزم ہے اور اپنے مالک سے معارضہ کرنا ہے اور یہ بات اپنے مالک کی نفی کرنے کو مستلزم ہے اور اپنے مولا ہونے کا اثبات ہے۔ اس بات کی قباحت کو اچھی طرح سمجھیں اور اپنے دعوائے الوہیت کی نفی کریں یہاں تک کہ ہوا و ہوس سے پوری طرح پاک ہو جائیں اور اپنے مالک کی مراد کے سوا کوئی مراد نہ رکھیں۔ اور یہ بات اللہ کے فضل و کرم سے امید ہے کہ مصیبت کے دنوں اور امتحان کے اوقات میں آسانی سے پیشتر آجائے گی اور ان ایام کے علاوہ یہ ہوا و ہوس سد سکندری ہے۔ گوشہ میں بیٹھ کر اس امر میں مشغول رہیں کہ فرصت غفیرت ہے۔ فتنوں کے زمانہ میں تھوڑی خدمت کو بھی قبول کر لیتے ہیں اور فتنوں کے علاوہ دوسرے ایام میں مجاہدات و دیانت شائقہ کی ضرورت ہے خبر شرط ہے ملاقات نہوا ہو یا نہ ہو نصیبی رہتا ہی ہے کہ کوئی مراد اور کوئی ہوس باقی نہ رہے

اپنی والدہ کو بھی اس معنی سے مطلع کر دیں اور رہنمائی کریں۔ باقی اس دنیا کے حالات بہر حال گزری جانے والے ہیں ان کو کیا بیان کیا جائے بچھوٹوں پر شفقت رکھیں اور پڑھنے کی ترغیب دیں اور ان حقوق کو جہاں تک ہوسکے ہماری طرف سے راضی کریں اور سلامتی ایمان کی دعوے سے مدد و معاون رہیں مکرر مکرر کہنا چاہتا ہے کہ اس وقت کو بے فائدہ کاموں میں صرف نہ کریں اور ذکر الہی جل سلطانہ کے بغیر کسی چیز میں مشغول نہ ہوں۔ اگرچہ وہ کتابوں کا مطالعہ اور طلباء کے ساتھ تکرار ہی کیوں نہ ہو یہ ذکر کا وقت ہے نفسانی خواہشات کو جو کہ معبودان باطل ہیں لڑکے تخت میں لائیں تاکہ سب منتفی ہو جائیں اور کوئی مراد اور کوئی مقصود سینہ میں باقی نہ رہے۔

یہاں تک کہ میری رہائی بھی جو کہ بالفعل آپ کا سب سے بڑا مقصد ہے بھی مقصود نہ ہونا چاہیے اور

اللہ تعالیٰ کے ارادہ و فعل پہ راضی رہیں اور کلمہ طیبہ کے اثبات کی جانب میں سوائے اللہ تعالیٰ کی ذات کے جو کہ معلومات اور متینیات سے وراء الورد ہے کوئی چیز نہ ہو جو علیٰ ہر لہ کنویں۔ بارخ۔ کتابوں اور دوسری چیزوں کا علم ٹہری آسان چیز ہے۔ ان میں سے کوئی چیز بھی آپ کے وقت میں مزاحم نہ ہونی چاہیے۔ اور خداوند جل و علا کی مرضیات کے علاوہ اور کوئی مراد نہ ہونی چاہیے۔ اگر ہم مرعاتیں تو یہ تمام چیزیں علی ہی جائیں گی اور اگر یہ ہماری زندگی میں علی جائیں تو کوئی فکر نہ کریں۔ اولیاء اللہ نے ان چیزوں کو اپنی مرضی سے چھوڑا ہے اور ہم ان چیزوں کو اللہ سے کے اختیار سے چھوڑیں گے اور اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائیں گے اور امید ہے کہ مخلصین میں سے ہوں گے۔

جس جگہ آپ بیٹھے ہیں اسی کو وطن سمجھیں۔ چند روزہ زندگی جہاں بھی گزر جائے اللہ تعالیٰ کی یاد میں گزرے۔ دنیا کا معاملہ آسان ہے۔ آخرت کی طرف متوجہ رہیں۔ اپنی والدہ کو تسلی دیں اور آخرت کی ترغیب دلائیں۔ ہو سکتا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ کو منظور ہو تو ملاقات یستہر ہو جائے ورنہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی رہیں اور دعا کریں کہ ہم جنت میں جمع ہوں اور اللہ کے فضل و کرم سے دنیا کی ملاقات کی تقانی آخرت میں کریں

(ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی تعریف ہے)

الْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى كُلِّ حَالٍ

مکتوب نمبر ۳

سیادت پناہ میرے محبوب اللہ مالک پوری کی طرف صادر فرمایا

کلمہ طیبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ کے معنی کے بیان میں :

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَسَلَامٌ عَلَى عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَى

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ۔ کوئی بھی فرد ایسا نہیں ہے جو الوہیت و معبودیت کا استحقاق رکھے مگر بے مثل خداوند تعالیٰ جو واجب الوجود ہے اور حدوث و نقص سے پاک، و بری ہے کیونکہ عبادت کا مستحق جو کہ کمال منزلت و حضور و انکساری سے عبارت ہے۔ وہی ہے جس کو تمام کمالات حاصل ہیں۔ اور تمام اشیاء اپنے وجود اور وجود کے توابع میں اس کی محتاج ہیں اور وہ کسی کام میں کمی کا محتاج نہیں ہے اور نافع اور ضار وہی ہے اور کوئی چیز بھی اس کی اجازت کے بغیر کسی کو ضرر اور نفع نہیں پہنچا سکتی۔ ایسی صفات کاملہ والا اور کوئی بھی اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں ہے اور نہ ہی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ غیر

ان صفات کاملہ کے ساتھ بغیر نقصان و زیادتی کے اگر کوئی ثابت ہو جائے تو وہ غیر نہ ہوگا۔ اس لئے کہ آپس میں دو غیر الگ، الگ ہوں گے۔ اور یہاں علیحدگی کا وجود ہی نہیں ہے۔

اور اگر تمیز کے اثبات کے ساتھ ہم غیر کلاشات کریں تو اس کا نقص لازم آئے گا جو کہ الوہیت و وحیوت کے منافی ہے۔ کیونکہ اگر ہم تمام کمالات اس کے لئے ثابت نہیں کریں گے تاکہ ان میں فرق پیدا ہو تو اس کا نقص لازم آئے گا اور اسی طرح اگر تمام نقائص ہم اس سے دور نہ کریں گے تو بھی نقص لازم آئے گا۔ اور اگر اشیاء اس کی محتاج نہ ہوں تو وہ ان کی عبادت کا مستحق کیوں ہوگا۔ اور اگر وہ اشیاء میں سے کسی شے میں بھی یا کاموں میں سے کسی کام میں بھی کسی کا محتاج ہوگا تو وہ ناقص ہوگا۔ اور اسی طرح اگر وہ نافع و ضار نہ ہوگا تو چیزوں کو اس کی کیا احتیاج ہوگی اور وہ کیوں ان کی عبادت کا مستحق ہوگا اور اگر کوئی اس کی اجازت کے بغیر کسی چیز کو نفع یا نقصان پہنچا سکتا ہوگا تو وہ بیکار ہو جائے گا اور عبادت کا مستحق نہ رہے گا۔ تو ایسی صفات کاملہ کا جامع صرف وہی ایک ہوا اور اس کا کوئی شریک نہ ہوگا۔ اور عبادت کا مستحق وہی ایک و ہر دوست ہوگا۔

سوال: اگر یہاں صفات میں تمیز ایسے طریقہ پر جو بیان ہوا ہے نقص کو مستلزم ہے جو کہ الوہیت و وحیوت کے منافی ہے لیکن یہ ہو سکتا ہے کہ غیر کچھ اور ایسی صفات رکھتا ہو جو امتیاز کا باعث بھی ہوں اور کوئی نقص ہی لازم نہ آئے اگرچہ ہم ان صفات کو نہیں جانتے کہ وہ کونسی ہیں۔

جواب: وہ صفات بھی دو حال سے خالی نہیں ہیں یا تو وہ صفات کاملہ ہوں گی یا صفات ناقصہ۔ بہر صورت استعمال مذکورہ لازم آئے گا۔ اگرچہ ہم ان صفات کو پوری طرح نہیں جانتے کہ وہ کونسی ہیں لیکن اساتو معلوم ہے کہ وہ کمال و نقصان کے دائرے سے باہر نہیں ہیں اور ہر صورت میں نقص دامن گیر ہے جیسا کہ پہلے گزرا۔ اور اللہ تعالیٰ کے سوا غیر کے مستحق معبودیت نہ ہونے کی دوسری دلیل یہ ہے کہ اگر خداوند تعالیٰ تمام وجودی اور توابع وجودی ضروریات میں کافی ہوگا اور اشیاء کا نفع و نقصان اس سے وابستہ ہوگا تو دوسرا محض بیکار اور بے فائدہ ہوگا اور اشیاء کو اس کی کوئی احتیاج نہ ہوگی۔ بلکہ خداوند تعالیٰ کے سوا کی عبادت کرتے ہیں۔ اور اپنے تراشے ہوئے بتوں کو اپنا معبود بناتے ہیں اپنے اس فاسد خیال کی بنا پر کہ یہ خداوند تعالیٰ کے پاس ہمارے سفارشی ہوں گے اور ہم ان کے وسیلے سے خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کریں گے۔

یہ لوگ کتنے بیوقوف ہیں۔ ان کو یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ ان کو شفاعت کا مرتبہ نصیب ہوگا اور خداوند تعالیٰ ان کو شفاعت کی اجازت دے دے گا۔ محض وہم کی بنا پر کسی کو خداوند تعالیٰ کی عبادت میں شریک بنانا انتہا درجہ کی ذلت اور خسارہ ہے۔ عبادت کوئی آسان معاملہ نہیں ہے کہ ہر تھرا دے جان چیز کی عبادت کی جائے اور ہر عاجز کو ملکہ اپنے سے بھی عاجز تر کو مستحق عبادت تصور کیا جائے اور الوہیت کے معنی کے بغیر عبادت کا

تصور نہیں ہے جو الوہیت کی صلاحیت رکھتا ہے وہی مستحق عبادت ہے اور جس میں یہ صلاحیت نہیں ہے اس کو استحقاق نہیں ہے اور الوہیت کی صلاحیت، وجوب، وجود سے وابستہ ہے اور جو وجوب وجود نہیں رکھتا وہ الوہیت کے لائق اور عبادت کا مستحق نہیں ہے۔

کتنے بیوقوف ہیں یہ لوگ کہ وجوب وجود میں تو خدا کا کسی کو شریک نہیں سمجھتے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ عبادت میں اس کا شریک ٹھہراتے ہیں یہ اتنا نہیں جانتے کہ وجوب وجود استحقاق عبادت کی شرط ہے اور جب وجوب وجود میں شریک نہیں ہیں تو عبادت میں بھی شریک نہ ہوں گے۔ استحقاق عبادت میں شریک ٹھہرانا وجوب وجود میں شریک ٹھہرانے کو بھی مستلزم ہے پس اس کا طریقہ کی تکرار ہے وجوب وجود کے شریک کی نفی بھی کریں اور استحقاق عبادت کے شریک کی نفی بھی۔ بلکہ بہت ضروری ہے اور نافع اور سودمند اس ماہ میں استحقاق عبادت کے شریک کی نفی ہے جو کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دعوت کے ساتھ خاص ہے۔

مخالف بھی جو کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ملت کا التزام کرنے والے نہیں ہیں عقلی دلائل سے وجوب وجود کے شریک کی نفی کرتے ہیں اور واجب الوجود صرف ایک ہی کو کہتے ہیں لیکن وہ استحقاق عبادت کے معاملہ میں غافل ہیں اور استحقاق عبادت کے شریک کی نفی سے فارغ ہیں۔ وہ غیر کی عبادت سے پرہیز نہیں کرتے اور بت خانوں کی تعمیر میں مستی نہیں کرتے۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بت خانوں کو گراتے ہیں اور عبادت غیر کے استحقاق کو رد کرتے ہیں۔

ان بزرگواروں کی زبان میں مشرک وہ آدمی ہے جو اللہ تعالیٰ کے سوا غیر کی عبادت میں گرفتار ہے۔ اگرچہ وہ وجوب وجود کے شریک کی نفی کا قائل ہو کیونکہ ان کا اہتمام تو اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کی عبادت کی نفی ہے جو کہ عمل اور معاملہ سے تعلق رکھتی ہے اور وجوب وجود ہے۔ پس نفی شریک کو مستلزم ہے پس جب تک کوئی آدمی ان بزرگواروں علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شریعت کے ساتھ جو اسوا کی عبادت کے استحقاق کی نفی کرتی ہیں متحقق نہ ہو مشرک سے آزاد نہیں ہوتا۔ اور آکہ اتفاقی و انفسی کی عبادت کے شرک کے شعبوں سے نجات نہیں پاسکتا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شریعتیں اس معنی کی متکفل ہیں بلکہ ان کی بعثت کا مقصد و اسی دولت کا حصول ہے اور ان بزرگواروں کی شریعت کے علاوہ اس شرک سے نجات دیتے نہیں ہے اور ان کی علیہم الصلوٰۃ والسلام ملت کے التزام کے بغیر توحید ممکن نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ لَا يَشْرِكُ بِهِ أَحَدٌ ۚ اللَّهُ تَعَالَىٰ مَعَالِفٌ ۚ لَا يَكْفُرُ بِهِ أَحَدٌ ۚ اللَّهُ تَعَالَىٰ مَعَالِفٌ ۚ لَا يَكْفُرُ بِهِ أَحَدٌ ۚ

آیت کریمہ کا مطلب تو وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے اور احتمال ہے کہ اس کا معنی یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ معاف نہیں کرتا کہ اس کی شریعتوں کا التزام نہ کیا جائے۔ کیونکہ شریعت کا التزام نہ کرنا شرک کو لازم ہے پس

مذہب کا ذکر کر کے لازم کارا دہ کیا۔ پس اب وہ اعتراض رفع ہو جائے گا۔ جو خیال میں آتا ہے کہ جیسے شرک نہیں بخشا جاتا ویسے ہی تمام شریعتوں کا انکار بھی نہیں بخشا جاتا تو پھر تخصیص کی کیا وجہ ہے اور ہو سکتا ہے کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے گا۔ معنی یہ ہو کہ اس کی شریعت کا انکار کیا جائے۔ اس لئے کہ شریعت کا انکار اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر ہے تو وہ بھی نہیں بخشا جائے گا۔ اور شرک اور کفر میں نسبت عموم خصوص مطلق کی ہے پس شرک کفر میں سے ایک خاص قسم کا کفر ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے خاص کا ذکر کیا اور عام مراد لیا تو اب وہ اعتراض رفع ہو گیا جو دہم میں آتا تھا کہ جیسے شرک نہیں بخشا جاتا ویسے ہی ساری شریعتوں کا انکار بھی نہیں بخشا جاتا پھر تخصیص کی وجہ کیا ہے؟

جانتا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کی عبادت کا عدم استحقاق بالکل بدیہی ہے اور کم از کم حدس ہے کہ جو آدمی بھی عبادت کے معنی کو اچھی طرح سمجھ لے گا اور حق سبحانہ و تعالیٰ کے سوا کچھ بھی طرح غور کرے گا تو وہ بے تاثر غیر کے لئے عدم استحقاق عبادت کا حکم لگائے گا۔ وہ مقدمات جو اس معنی میں لئے جاتے ہیں بدیہیات پر تنبیہات کے قبیل سے ہیں۔ ان مقدمات پر نقض و مناقضہ کی گنجائش نہیں ہے۔ نور ایمانی چاہیے تاکہ فرست کے ساتھ ان مقدمات کو سمجھ سکے۔ بہت سی بدیہی چیزیں ایسی ہیں جو بیوقوفوں اور کم عقلوں پر مخفی رہتی ہیں اور اسی طرح وہ ہیں جو مرض ظاہر اور بیماری باطن میں گرفتار ہیں ان پر چلی اور خفی بدیہی باتیں بھی مخفی رہتی ہیں۔

سوال و مشائخ طریقت قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کی عبارت میں واقع ہے کہ جو کچھ تیرا مقصود ہے تیرا معبود ہے۔ اس عبارت کا معنی کیا اور اس کا صحیح مطلب کیا ہے؟

جواب۔ کسی آدمی کا مقصود وہ ہے جس کی طرف اس کی توجہ ہے اور وہ شخص جب تک جانی رکھتا ہے اس مقصود کے حاصل کرنے سے اپنے آپ کو معاف نہیں کرتا اور ہر قسم کی ذلت و انکساری جو اس کے حصول میں پیش آئے برداشت کرتا ہے اور سستی نہیں کرتا اور عبادت کا بھی یہی ما حاصل ہے جو کمال ذلت و انکساری کی خبر دیتی ہے۔ پس کسی چیز کا مقصود ہونا اس شے کے معبود ہونے کو مستلزم ہے پس اللہ تعالیٰ کے سوا کی معبودیت کی نفی اس وقت متحقق ہوگی جب اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مقصود نہ رہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسری چیز اس کی مراد نہ ہو۔ اس دولت کے حاصل کرنے میں سالک کے حال کے مناسب کلمہ لا الہ الا اللہ کا معنی لا مقصود الا اللہ ہے (اللہ کے سوا کے مقصود نہیں ہے)۔

اس کلمہ کی تکرار اتنی کرنا چاہیے کہ غیب کی مقصودیت کا نام و نشان باقی نہ رہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی چیز اس کی مراد نہ ہو تاکہ غیب کی معبودیت کی نفی میں سچا ہو اور زیادہ خلاؤں کے انالہ میں حق بجانب ہو۔

اور زیادہ خداؤں کی نفی اس طرح کرنا اور مقصودیت کی نفی سے غیر کی معبودیت کی نفی کرنا ایمان کے کمال کی شرط ہے جو ولایت سے وابستہ ہے اور خواہشات کے خداؤں کی نفی سے متعلق ہے جب تک نفس مطمئنہ نہ ہو جائے اس معنی کی توقع نہیں ہے اور اطمینان نفس فنا و بقا کے کمال کے بعد متصور ہے۔

اور ظاہر شریعت عمراء میں جو آسانی اور سہولت کی مغربہ اور بندوں کی تنگی رفع کرنے کی مشعر ہے کیونکہ وہ کمزور پیدا ہوئے ہیں۔ یہ ہے کہ اگر کسی مقصود کے حاصل کرنے میں معاذ اللہ شریعت کی رسی سے اپنی گردن آکڑا کر اٹے اور اس کے حاصل کرنے میں حدود شریعت سے تجاوز کرے تو وہ مقصود اس کا معبود ہے اور اس کا خدا ہے اور اگر وہ مقصود ایسا نہیں اور اس کے حاصل کرنے میں شرعی منکرات کا ارتکاب نہ کرے تو وہ مقصود شرعی طور پر ناجائز و ممنوع نہیں ہے گویا کہ وہ مقصود اس کے مقاصد میں سے اور وہ مطلوب اس کے مطالب میں سے نہیں ہے بلکہ اصل میں اس کا مقصود خداوند تعالیٰ ہے اور اس کا مطلوب اللہ تعالیٰ کی شریعت کے ادا کرنا ہی ہے۔ اور اس مقصود میں میں میلان طبعی سے بڑھ کر اور کچھ نہیں ہے۔ اور اس کا تعلق دل سے نہیں ہے اور وہ بھی شرعی احکام کے ماتحت ہے۔

اور شریعت کی حقیقت میں جو کہ کمال ایمان پر دلالت کرتی ہے غیر کی مقصودیت کے مادہ کو قطع کرنا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا غیر کی مقصودیت بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ نفسانی ہوا و ہوس کے غلبہ کی مدد سے غیر کی مقصودیت حق سبحانہ و تعالیٰ کی مقصودیت سے مقابلہ کرتی ہے بلکہ اس کے حاصل کرنے کو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے پر ترجیح دیتی ہے اور ہمیشہ کے نقصان تک پہنچا دیتی ہے۔ پس غیر کی مقصودیت کی نفی مطلق طور پر دین کی تکمیل میں ضروری ہے۔ تاکہ ایمان کے زائل ہونے اور پسپائی سے محفوظ و مامون رہے۔

ہاں بعض صاحب دولتوں کو نفی ارادہ و دفع اختیار کے بعد صاحب ارادہ و اختیار بنا دیتے ہیں اور جزئی ارادہ و اختیار کو اس سے چھپی کر کلی اختیار و ارادہ کا مالک بنا دیتے ہیں۔ اس معنی کی تحقیق کسی اور مکتوب میں کی جائے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔

اے ہمارے رب ہمارے نور کو پورا کر اور ہمیں بخش دے یقیناً تو ہر چیز پر قادر ہے وَالسَّلَامُ عَلٰی
مَنْ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَوٰهُ مُتَابِعَةً الْمُصْطَفٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَآءِ الصَّلٰوٰتِ وَالْطَّیِّبٰتِ
وَالتَّسْلِیْمٰتِ وَالْبَرَکٰتِ اَتَمُّہَا وَالْاَمْدُہَا۔

مکتوب نمبر ۴

سیادت و ارشاد پناہ میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا
اس آیت کی تفسیر میں لَا یَمْسَسُہَا إِلَّا الْمُطَہَّرُونَ (اس کو پاک لوگ

ہی چھوتے ہیں۔)

اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا۔

إِنَّہُ لَقُرْآنٌ کَرِیْمٌ فِی کِتَابٍ مَّکْنُونٍ یَقِیْنُوا وَہِ بَزرگ قرآن ہے۔ پوشیدہ کتاب میں۔ نہیں ہاتھ
لَا یَمْسَسُہَا إِلَّا الْمُطَہَّرُونَ۔ لگاتے مگر پاک لوگ۔

آیت کا مطلب وہی ہے جو اللہ تعالیٰ چاہے اور وہ رمز جو اس مقام پر ذہن نارسا میں آتی ہے یہ ہے
کہ قرآن کے پوشیدہ اسرار کا مساس وہی لوگ کر سکتے ہیں جو تعلقات بشریہ کی آلودگی سے پاک ہو چکے ہوں۔
اور جب اسرار قرآنی کا مساس پاک لوگوں کا حصہ ہے تو پھر دوسروں کو کیا مل سکتا ہے؟

اور دوسرا اشارہ یہ ہے کہ نہ پڑھیں قرآن مجید کو یعنی نہیں چاہیے کہ پڑھیں قرآن مجید کو مگر وہ لوگ کہ ان
کے انفس ہو اور ہوس سے پاک ہو چکے ہوں اور شرک جلی و خفی اور آفاقی و انفسی خداؤں سے پاک ہو چکے ہوں۔
اس کا بیان یہ ہے کہ سلوک کے جتنی کے حال کے مناسب ذکر ہے اور عموماً سوائے مذکور کے ہر چیز کی نفی ہے۔
اس حد تک کہ ماسوائے سے کوئی چیز بھی اسے معلوم نہ رہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی چیز بھی اس کی مراد نہ ہو کہ
اگر اس کو تکلف سے بھی اشیاء یاد کرائیں تو یاد نہ آئیں اور اس کا مقصود وہ ہوں اور جب اس طرح کا ہو جائے گا
تو شرک سے پاک ہو جائے گا۔ اور انفسی و آفاقی خداؤں سے آزاد ہو جائے گا۔

اس وقت میں بہتر ہے کہ ذکر کی بجائے قرآن مجید کی تلاوت کرے اور تلاوت کی دولت سے ترقی کرے۔
اس حالت کے حصول سے پہلے قرآن مجید کی تلاوت کرنا ابرار کے اعمال میں داخل ہے اور اس حالت کے حصول
کے بعد قرآن مجید کی تلاوت مقررین کے اعمال میں سے ہے جب کہ اس نسبت کے حصول سے پہلے ذکر کرنا
مقررین کے اعمال میں شمار تھا۔ ابرار کے اعمال عبادات میں سے ہیں اور مقررین کے اعمال تفکرات میں سے
ایک گہری تفکر کرنا ایک سال یا ستر سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ آپ نے سنا ہو گا اور تفکرات کا مطلب یہ

۱۲ سورہ واقعہ پارہ ۲۶-۳

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث شرح شمائل میں ذکر کی ہے۔

ہے کہ باطل سے نکل کر حق میں مستغرق ہو جائے جتنا فرق ابرار اور مقررین میں ہے اتنا ہی فرق ان کی عبادت اور تفکر میں ہے۔

جاننا چاہیے کہ جتنی کلمہ ذکر جو مقررین کے اعمال میں شمار ہوتا ہے وہ ہے جو اس نے شیخ کامل مکمل سے اخذ کیا ہو اور اس کا مقصد سلوک طریقت ہو ورنہ وہ ذکر بھی ابرار کے اعمال میں سے ہے اور اللہ تعالیٰ ہی درست بات کی طرف راہنمائی کرنے والا ہے والسلام علی من اتبع الهدی والتزم متابعتہ المصطفیٰ علیہ والہم الصلوٰۃ والسلام اتہم جاواکملہا۔

مکتوب نمبر ۵

سیادت و ارشاد پناہ میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا

آپ کے اپنے بعض احوال و افواق کے بیان میں جو کہ بعض تکالیف کے ذریعہ سے ظہور میں آئے۔ مدظلہ العالی۔

الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اَصْطَفٰی

مخفی نہ رہے کہ اس وقت تک کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی عنایت سے کہ وہ عنایت اس بلند ذات کے جلال و غضب کی صورت میں ظاہر ہوئی نفی قید خانے کے پنجرے میں بند نہ ہوا۔ ایمان شہودی کی تنگ نائے سے پوری طرح آزاد نہ ہوا۔ اور خیال و مثال کے ظلال کے کوچوں سے اس وقت تک پوری طرح باہر نہ آیا۔ اور مطلق العنان ایمان بالغیب کی شاہراہ پر چلنے کا فخر حاصل نہ کر سکا اور حضور سے غیب اور غیب سے علم اور شہود سے استدلال تک پوری طرح نہ پہنچا اور میں و جان بالغ اور ذوقی کامل سے دوسروں کے ہنر کو غیب اور غیب کو ہنر نہ سمجھ سکا۔ اور میں بے تنگ و ناموس ہونے کا خوشگوار مشریت اور غواری و رسوائی کے مزید مرتبہ جات کا مزہ نہ چکھ سکا اور خلقت کے طعن و ملامت کے جمال کا مزہ نہ چکھ سکا اور اچھی مصیبت اور آدمیوں کی جفا سے میں محفوظ نہ ہو سکا اور زندہ بدست مردہ کی طرح نہ ہو سکا اور پوری طرح ارادہ و اختیار ترک نہ کر سکا اور آفاق و انفس کے تعلق کے رشتہ کو پوری طرح نہ توڑ سکا اور تضرع و التماس و انابت و استغفار اور ذلت اور انکساری کی حیثیت نہ پاسکا اور خداوند تعالیٰ کی استغنا کے بلند مرتبہ ترازد کو جو کہ عظمت و کبریا کی کے پردوں میں لپیٹا ہوا تھا مشاہدہ نہ کر سکا اور اپنے آپ کو پوری محتاجی اور فقیری کے باوجود ایک ذلیل و خوار اور بے اعتبار و بے ہنر اور بے اقتدار بندہ نہ سمجھ سکا۔

وَمَا اَبْرَأُ نَفْسِي اِنْ اَنْفَسَ لِاَهْلَادِہٖ اور میں اپنے نفس کو بری نہیں کرتا یقیناً نفس برائی کا حکم
بالسوء الا ما یحرم ربی کرنے والا ہے مگر جس پر میرا رب رحم کرے بیشک میرا رب
بشخصی والا نہرہا ہے۔

اگر خداوند تعالیٰ کے محض فضل و کرم سے فیوض و واردات اور پے در پے عطیات اور اس کے نہ ختم ہونے
والے انعامات اس محنت کدہ میں اس شکستہ ہال کے شامل حال نہ ہوتے تو نزدیک تھا کہ معاملہ ناامیدی
تک پہنچ جاتا اور امید کا رشتہ ٹوٹ جاتا اور تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے مجھے عین بلا
میں عاقبت بخشی اور نفس بھنپا میں میری عزت کی اور سختی کی حالت میں مجھ پر احسان فرمایا اور خوشی اور تکلیف
میں شکر کی توفیق بخشی اور مجھے انبیاء کی تابعداری کرنے والوں اور اولیاء کے آثار کا پیچھا کرنے والوں اور
علماء اور صلحا سے محبت رکھنے والوں سے بنایا۔

صَلَوَاتُ اللّٰهِ سُبْحَانَهُ وَتَسْلِيْمَاتُهُ عَلٰی اَنْبِيَآءِ اَوَّلًا وَعَلٰی مُصَدِّقِيْهِمْ تَاْنِيًّا۔

مکتوب نمبر ۶

معارف آگاہ شیخ بدیع الدین کی طرف صادر فرمایا

اس بیان میں کہ محبوب کی تکلیف اس کے انعام سے اور اس کا جلال اس
کے اس کے جمال سے زیادہ محبوب ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰی۔

گرامی نامہ جو شیخ فتح اللہ کے ہمراہ بھیجا تھا پہنچا۔ لوگوں کی جفا و ملامت کے متعلق لکھا تھا۔ وہ
خود اس طائفہ کا جمال ہے اور ان کے رنگ کا حقیقل ہے۔ باعث قبض و کدورت کیوں ہو۔ شروع
حال میں جب فقیر اس قلعہ میں پہنچا تو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ خلق کی ملامت کے انوار بستیوں اور شہروں
سے نورانی بادلوں کی صورت میں پے در پے پہنچ رہے ہیں اور معاملہ پستی سے بلندی پر چلا گیا ہے۔
آپ نے کئی سال تک جہاں تربیت سے منزلیں طے کیں اب جلدی تربیت سے قطع مسافرت
کرو اور مقام صبر بلکہ مقام رضا میں رہو اور جمال اور جلال کو برابر سمجھو۔ آپ نے لکھا ہے کہ ظہور فتنہ
کے وقت سے مذوق رہا ہے حال چاہیے تو یہ تھا کہ فوق وصال دو گنا ہو جا تا کہ محبوب کی جفا اس کی

وفا سے زیادہ لذت بخش ہے کتنے تعجب کا مقام ہے کہ عوام کی طرح باتیں کرتے ہو اور محبت ذاتیہ سے دور چلے گئے ہو۔ اب پہلی حالت کے برخلاف جلال کو جمال سے زیادہ سمجھو اور درود کو انعام سے زیادہ جانو کیونکہ جمال و انعام میں محبوب کی مراد کے ساتھ اپنی مراد بھی شامل ہوتی ہے۔ اور درود و جلال میں خالص محبوب کی مراد ہوتی ہے اور اپنی مراد کے وہ خلاف ہوتا ہے۔ اس جگہ وقت اور حال پہلے حال اور وقت سے مختلف ہوتا ہے اور ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ آپ نے زیارۃ حرمین الشریفین کے متعلق لکھا ہے۔ اس میں کونسی رکاوٹ ہے۔ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ۔

مکتوب نمبر ۷

سیادۃ پناہ میر محبوب اللہ مانگ پوری کی طرف سادہ فرمایا

(خلقت کی ایذا کو برداشت کرنے کے یہاں میں)

حمد و صلوة اور دعا گوئی کے بعد عرض ہے کہ میرے بھائی سید میر محبوب اللہ کا گرامی نامہ پہنچا۔ بڑی خوشی ہوئی۔ خلعت کی تکلیف برداشت کرنے سے چارہ نہیں ہے اور شاقارب کی جفا پر صبر کرنے سے گزر۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کو مخاطب کرتے ہوئے حکم فرمایا۔

فَاَصْبِرْ لِمَا صَبَرَ اَوْ كُوْلُوا الْعِزْمَ مِنْ اَوَّلِ آيَاتِهِمْ
وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَهُمْ۔

لئے جلدی نہ کریں۔

اس مقام کی سکونت میں اگر کوئی تمکینی ہے تو یہی ایذا و جفا ہے اور تم اس نمک سے بھاگ رہے ہو ہاں جو شکر کھا کر پلا بڑھا ہو وہ نمک کی تاب نہیں رکھتا۔ کیا کیا جائے۔ ۷

۷ ہر جہ عاشق شد اگر چہ نازنین عالم است

نالک کے راست آید باری باید کشید

لکھا ہوا تھا کہ اگر اجازت ہو تو الہ باش میں سکونت اختیار کر لوں۔ کوئی مقام متعین کر لو تاکہ لوگوں کی بے حد جفا سے وہاں جا کر کچھ آرام کر سکو۔ اور یہ رخصت کا طریق ہے اور عزیمت کا طریقہ صبر اور ایذا برداشت کرنا ہے۔ اس موسم میں فقیر پر ضعف غالب آتا ہے جیسا کہ آپ کو معلوم ہے اس لئے چند کلمات پر اقتصار کیا گیا ہے۔ والسلام۔

۷ جو شخص بھی عاشق بنتا ہے نازنین جہاں جو عشق کے بعد اسے نازک مزاجی میں نہیں آتی بلکہ اب اسے مشقت برداشت کرنا ہوتی۔

مکتوب نمبر ۹

حقائق آگاہ محمد صدیق کی طرف صادر فرمایا

اس بیان میں کہ اصل غیب ہے اور ظلیت شہود

اے محبت شعار! غیب شہود کے مقابل ہے جو ظلیت کا شاہد رکھتا ہے اور غیب اس آمیزش سے پاک ہے پس غیب شہود سے زیادہ کامل ہے۔ لیکن جب کہ سید البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام معراج کی رات میں رویت کی دولت سے مشرف ہوئے جو کہ ظلال کے پردوں سے دور بہت دور ہے اور ظلیت کے شاہد اور آمیزش سے پاک ہے تو ان کے حق میں غیب رویت سے کیوں کامل تر ہو گا۔ کیونکہ غیب پر اکتفا تو صرف ظلیت کو رفع کرنے کے لئے تھا اور جب پوری طرح ظلیت رفع ہو گئی اور عین میں حضور پیش ہوا تو پھر غیب کی کیا ضرورت ہے؟ یہ وہ دولت ہے جو صرف سید الکونین علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے مخصوص ہے اور آنحضرت کے کامل ترین تابعین کو بھی وراثت اور بیعت کے طور پر اس سے حصہ ملتا ہے۔ علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیمات۔ لیکن چونکہ یہ مقام رویت نہیں ہے لہذا شہود اور مشاہدہ بھی نہیں ہے۔ اس مقام کو غیب سے تعبیر کرنا بہترین عبارت ہے اور اس مقام کی تفصیل گفتگو سے راست نہیں آسکتی۔ ہر آدمی اپنی ہمت کے مطابق اس کو دریافت کرے گا اور یہ مقام اس سے بہت بلند تر ہے اور اس میں بہت ہی کم لوگوں کو حصہ ملتا ہے۔ والسلام۔

مکتوب نمبر ۹

سیادت و ارشاد پناہ میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا

اس آیت کریمہ کے بیان میں مَا أَتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ (جو

تمہیں رسول دے اسے لے لو)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا۔

لَا مَا أَتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَنْ نَهَاكُمْ

جو تمہیں رسول دے اسے قبول کر لو اور جس سے روکے

عَنْهُ فَاَنْتُمْ مُؤَاوِظُوهُنَّ۔ اس سے باز آجاؤ اور اللہ سے ڈرو۔

ادامر کی تعمیل اور نواہی سے اجتناب کے تذکرہ کے بعد تقویٰ کا ذکر کیا ہے یہ باز آجانے کے معاملہ کے اہتمام کی طرف اشارہ کیا ہے جو کہ تقویٰ کی حقیقت ہے اور یہی دین کا سرمایہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ تمہارے دین کا سرمایہ پرہیز گاری ہے۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور مقام پر فرمایا ہے "پرہیز گاری کے برابر کسی چیز کو نہ سمجھو" اور پرہیز گاری یہی تقویٰ ہے اور اس اہتمام کی وجہ یہ ہے اور اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانیں کہ باز آجانا وجود میں عام ہے اور اس کا نفع بہت زیادہ ہے کیونکہ یہ ادامر کی تعمیل میں بھی پایا جاتا ہے کیونکہ کسی حکم کی تعمیل میں اس کی ضد سے باز آجانا ہے اور وہ ظاہر ہے۔

اور باز آجانے کے نفع کی کثرت جہت عموم کے بغیر بھی ہے کیونکہ وہ خالص نفس کی مخالفت ہے اس میں نفس کا کوئی حصہ نہیں ہے برخلاف تعمیل ارشاد کے کہ اس میں بعض دفعہ نفس کو لذت حاصل ہوتی ہے اور وہ ہر چیز جس میں نفس کی زیادتی مخالفت ہو اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کا نفع زیادہ ہوگا اور وہ نجات کے لئے قریب ترین راستہ ہے۔ کیونکہ تکالیف شرعیہ کا اصل مقصد تو نفس کو مغلوب کرنا ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی دشمنی پر کھڑا ہے۔

حدیث قدسی میں آیا ہے "اپنے نفس سے دشمنی رکھ کر یہ میری دشمنی پر کھڑا ہے" تو طرق مشلخ میں سے ہر وہ طریقہ جس میں احکام شرعیہ کی زیادہ رعایت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف قریب ترین راستہ ہوگا۔ کیونکہ اس میں نفس کی مخالفت زیادہ ہے اور سن لو وہ ہے طریقہ نقشبندیہ۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے سردار اور قبلہ شیخ اجل شیخ بہاوالدین مشہور بہ نقشبند فرمایا کرتے تھے میں نے اللہ تعالیٰ کی طرف نہ ب طریقوں میں سے قریب ترین طریقہ پایا ہے کیونکہ اس میں نفس کی زیادہ مخالفت ہے۔

باقی رہا معاملہ اس طریقہ میں شریعت کی زیادہ رعایت کا تو یہ ایک ایسی بات ہے جو کسی انصاف پسند فہم اور طریق مشائخ میں غور کرنے والے آدمی پر مخفی نہیں ہے اور اس کے باوجود میں نے اس کو بعض رسائل میں بڑی وضاحت سے بیان کیا ہے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہی حقیقت حال کو خوب جانیں اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہی مجھے کافی ہیں اور وہ بہترین کار ساز ہے۔ وَصَلَّى اللہُ تَعَالٰی عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمْ وَبَارِکْ وَکَرَّمْ وَسَلَامٌ عَلٰی مَنْ اتَّبَعَ الْہُدٰی۔

۱۔ یہی شریف بروایت عائشہ رضی اللہ عنہا

۲۔ ترمذی شریف بحوالہ مشکوٰۃ بروایت جابر رضی اللہ عنہ۔

مکتوب نمبر ۱

سیادت وارشاہ پناہ میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا
اس نصیحت کی تفسیر میں وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ
اور جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق سوال کریں تو میں قریب
ہوں۔

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى
اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ اور جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق پوچھیں
تو میں قریب ہوں۔

حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ کا قرب اگرچہ بے چون و بے چگون ہے لیکن اس مقام تک وہم کی رسائی
ہے اور اللہ تعالیٰ کی اقربیت ہے جو کہ وہم کے احاطہ سے خارج اور خیال کے دائرہ سے باہر ہے یہی
وہ ہے کہ قرب دان تو بہت ہیں اور اقربیت دان بہت ہی قصور سے۔ قرب کی انتہا حصول اتحاد
تک ہے اگرچہ اتحاد بھی صرف توہم ہے اور اقربیت قرب کی جانب میں اتحاد سے بہت آگے ہے۔
اگرچہ عقل اپنے سے بھی نزدیک تر چیز کو بعید ہی تصور کرتی ہے اور یہ عقل کی تنگ نظری ہے کہ اس نے
دور بینی کی عادت کر لی ہے اور اپنے سے نزدیک تر کو نہیں پایا ہے۔ والسلام۔

مکتوب نمبر ۱۱

سیادت پناہ میر شمس الدین علی نقی کی طرف صادر فرمایا
اس بیان میں کہ انسان عالم امرا اور عالم خلق کے اجزاء عشرہ سے
مرکب ہے اور انسان کے دل کو عرش مجید پر فریج ہے۔

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى

آدمی ایک جامعہ نسخہ ہے جو کہ اجزائے عشرہ سے مرکب ہے۔ عناصر اربعہ اور نفس ناطقہ اور قلب اور ریح اور سر اور خفی اور اخفی اور ان کے علاوہ دوسرے قوی اور جوارح جو انسان میں ہیں۔ وہ انہی اجزائی طرف، راجع ہیں۔ اور یہ اجزائی ایک دوسرے کے مخالف ہیں۔ عناصر اربعہ کا ایک دوسرے کے خلاف ہونا ظاہر ہے اور اسی طرح عالم خلق اور عالم امر کا باہم ضد ہونا بھی ظاہر ہے اور عالم امر کے اجزائے پنجگانہ میں سے ہر ایک کسی امرت مخصوص ہے اور کسی کمال سے منسوب ہے اور نفس ناطقہ خود اپنی خواہشات کا طالب ہے کہ کسی کے سامنے سر نہیں جھکاتا۔

اور اللہ جل سلطانہ کی عنایت نے اپنی کمال قدرت سے ہر ایک کی تیزی کو توڑ کر ان کو جمع کر دیا ہے اور ایک خاص مزاج اور ہیئت و صلائی عطا کی ہے۔ مزاج خاص اور ہیئت و صلائی کے حصول کے بعد اپنی حکمت بالغہ سے اس کو ایک صورت بخشی ہے تاکہ وہ ان ملامت اور متضاد اجزائی حفاظت کرے اور اس مجموعہ کا نام اس نے انسان رکھا اور جامعیت اور حصول ہیئت و صلائی کے اعتبار سے اسے استعداد و خلافت کی بزرگی سے مشرف فرمایا اور یہ دولت انسان کے علاوہ کسی اور کو میسر نہیں ہوئی۔ عالم کبیر اگرچہ بزرگ ہے لیکن وہ جامعیت سے خالی ہے اور ہیئت و صلائی سے بے نصیب ہے اور یہ خوبی انسان کے تمام افراد میں برابر ثابت ہے اور عوام و خواص انسان اس معنی میں مشترک رکھتے ہیں۔

چنانچہ اچھے کہ عالم کبیر میں سے بزرگ ترین چیز عرش مجید ہے اور اس کی مخصوص تجلی دیگر اجزائی تجلیات سے بہت بلند ہے کیونکہ وہ تجلی جامع ہے اور وہ نلبو اسماء و صفات و خوبی جل شانہ کا مجمع ہے اور پھر وہ تجلی دائمی ہے۔ اس میں پوشیدگی کی گنجائش نہیں ہے اور انسان کامل کا دل جو کہ عرش سے مناسبت رکھتا ہے اور اسے عرش اللہ لپٹے ہیں اس تجلی عرش سے وافر حصہ اور کامل حظ رکھتا ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ وہ تجلی کا ہے اور یہ تجلی اس کے نسبت جزئی ہے لیکن قلب کو ایک اور فضیلت حاصل ہے جو عرش کو نہیں ہے اور وہ تجلی کرنے والے (خدا تعالیٰ) کا شعور ہے اور پھر دل ایک ایسا منظر ہے جو اپنے ظاہر میں گرفتاری رکھتا ہے بر خلاف عرش کے کہ وہ اس گرفتاری سے خالی ہے تو لازماً دل کے لئے اس شعور و گرفتاری مقصود کی وجہ سے ترقی ممکن ہے بلکہ واقع ہے۔

الْمَوْجُوعُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ (آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے اس کی محبت ہے)
دل اس کے ساتھ ہے جس کی وہ گرفتاری رکھتا ہے اور اس کی محبت میں مفتون ہے اگر وہ اسماء و صفات کا محب ہے تو اسماء و صفات کے ساتھ ہے اور اگر محب ذات جل شانہ ہے تو اس کے ساتھ

مکتوب نمبر ۱۲

سیادت پناہ میر محمد نعمان کی طرف سے اور فرمایا
تضرع و نیاز مندی اور ذکر اور تلاوت قرآن مجید اور نماز میں لحاظ قیام
کے بیان میں۔

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى

میرے بھائی سید کا گرامی نامہ موصول ہوا خوشی ہوئی۔ لکھا تھا کہ دعا و تضرع و نمازی اور ہمیشہ کی
دعا خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں بہتر ہے یا ذکر کہنا بہتر ہے یا یہ چیزیں ذکر کے ساتھ ملا کر کہنا بہتر ہے؟
ذکر سے چارہ نہیں ہے پھر اس کے ساتھ جو چیز بھی جمع ہو جائے دولت ہے۔ وصول کا دار و مدار
ذکر پر رکھا ہے اور دوسری چیزیں ذکر کے ثمرات و نتائج کی طرح ہیں۔ اور آپ نے یہ بھی پوچھا تھا کہ ان
تین چیزوں میں سے کونسی بہتر ہے ذکر لفظی و اشبات۔ تلاوت قرآن مجید اور سب سے قیام والی نماز؟
لفظی و اشبات کا ذکر و ذکر کی طرح ہے جو کہ نماز کی شرط ہے۔ جب تک طہارت و سمت نہ ہو نماز میں
شرع ہوا منع ہے۔ اسی طرح جب تک لفظی انجام تک پہنچنے لراٹھ۔ وہ جانتا اور سن موکدہ کے
علاوہ جو کچھ بھی لفظی عبادت کریں وہ داخل و بال ہے۔ پہلے اپنی بیماری کا علاج کرنا چاہیے جو لفظی و اشبات
کے ذکر سے وابستہ ہے۔ اس کے بعد دوسری ٹیکیاں اور عبادتوں میں مشغول ہونا چاہیے جو بدایا کے لئے
لذا صحت کی طرح ہیں بیماری و دور ہونے سے پہلے جو نماز بھی کرتا ہیں کہ وہ فاسد اور مناسبت۔

منسرحہ ہرچہ کیمرد عاقلی فقلت شود

اور اس معاملہ کا انجام کوئی ضروری نہیں ہے کہ اسے بیان کیا جائے کہ وہ حالت خود اپنی حالت
بیان کرتی ہے۔ آپ نے لکھا تھا کہ جلد نشات کس کے نام سے لکھی جائے؟ اس سے پہلے بھی یہ فقیر لکھ
چکا ہے کہ وہ آپ کے نام سے لکھی جائے گی۔ آپ کے خط کے جواب میں اب پھر وہی بات ہے۔ آپ
سے بہتر کون ہوگا؟ دل ہمیشہ آپ کی طرف متوجہ رہتا ہے۔ آپ کے اگر وہ میں قیام کرنے کی وجہ معلوم
نہیں ہو سکی۔ اگرچہ وہ قریب ہے۔ لیکن چونکہ ملاقات سے خالی ہے لہذا بے اعتبار ہے۔ فقیر کے قریب
اس جگہ نہ رہیں مجھے خدا و نزارحم الرحمن کے سپرد کر کے اپنے وطن کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ اور اس جگہ
بیمار جو کچھ بھی لیتا ہے وہ بیماری ہو جاتا ہے۔

کے مشتاق لوگوں کو خوش کریں۔ اور اگر یہاں رہنے کی کوئی خاص وجہ آپ نے دل میں تصور کر رکھی ہو تو اور بات ہے۔ والدہ محمد ابن کو خداوند تعالیٰ توفیق دے اور عصمت و آبرو سے رہیں۔ وہ دور دراز کشف جو آپ نے لکھے تھے مطالعہ میں آئے۔ اگرچہ ان میں وحشت ناک اور پریشان کن چیزیں بہت ہیں لیکن پھر بھی اچھے ہیں کہ بالآخر ہر ایک کا انجام اچھا ہے۔ آپ انہیں کہیں کہ اس قسم کے واقعات سے متنبہ ہونا چاہیئے اور توبہ و استغفار سے تلافی کرنی چاہیئے۔ دیوبند فائیسے اور فانی چیزیں محض لاشے ہیں۔ عاقل کو ان پر فریفتہ نہ ہونا چاہیئے۔ ہر وقت آخرت کے احوال پیش نظر رہتے چاہئیں اور ہمیشہ فکر میں مشغول رہنا چاہیئے۔

یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ ذکر میں لذت پیدا ہو اور کچھ چیزیں نظریں آئیں۔ یہ خود بہو و لعب میں داخل ہے۔ ذکر میں جتنی بھی مشقت ہو بہتر ہوتی ہے اور نماز پنج وقتہ اور کربے باقی اوقات کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے آباد کریں اور ذکر کی لذت میں بیکار نہ ہوں اور انہیں چاہیئے کہ آپ کی خدمت کو غیبت نہ کریں اور آپ کی رضا جوئی کریں اور آپ بھی ان کی طرف بہت جھکیں اور ان کو نرمی سے اپنی جانب کھینچیں اور ان کو نیکی کی تلقین کریں۔ والسلام

مکتوب نمبر ۱۱

سیادت پناہ میر محبوب اللہ نانک پوری کی طرف صادر فرمایا
اس بیان میں کہ صاحب شریعت علیہ علی الصلوٰۃ والسلام ادا پنے
پیر طریقت کی متابعت میں مضبوط ہونا چاہیئے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

میر نے بھائی سید میر محبوب اللہ کا خط آیا۔ ناامیدی کے مقدمات جو بے چینی اور اضطراب کی وجہ سے لکھے تھے اچھی طرح واضح ہوئے۔ ناامیدی کفر ہے۔ امید و ارجہ اگر ان در امور میں پختہ ہو جاوے تو پھر کوئی غم نہیں ہے ایک تو صاحب شریعت غر علیہ علی الصلوٰۃ والتسلیمات کی متابعت اور دوسری شیخ طریقت سے محبت و اعتقاد۔

اگھر رہیں اور التماس نہ فرم کریں کہ ان دو دولتوں میں فتور نہ آنے پائے پھر جو کچھ بھی ہو آسان ہے اور اس کی تلافی ممکن ہے اور میں اس سے پہلے بھی لکھ چکا ہوں کہ اگر نانک پورہ کی سکونت سے دل برداشتہ

ہوں تو اللہ ہاں میں قیام پذیر ہو جائیں کہ اسی میں برکت ہے۔ آپ اس کا مطلب الٹ سمجھے مبارک کے لفظ سے بھی آپ کو سمجھ نہ آئی۔ اور اب پھر وہی لکھتا ہوں۔

آج رات ایسا نظر آیا کہ گویا آپ کا سامان مانکس پورہ سے لا کر اللہ ہاں میں لے آئے ہیں اس جگہ کوئی دیوانہ اختیار کریں اور اپنے اوقات ذکر الہی جیل سلطانی کے ذکر سے محروم رکھیں اور کسی سے کوئی کام نہ رکھیں اور نفی و اثبات کے ذکر کا لزوم رکھیں اور اس کلمہ طیبہ کی تکرار کے ساتھ اپنی تمام مرادات کو سینہ سے دور کر دیں تاکہ مقصود و مطلوب و محبوب سوائے ایک کے اور کوئی نہ ہو۔ اگر وہاں ہمارے عاجز آجائے تو زبان سے ذکر کرو اور ذکر آہستہ کرو کیونکہ جہر اس طریقہ میں ممنوع ہے باقی آپ طریقہ کے اصول و روش سے واقف ہیں۔ جہاں تک ہو سکے تقلید کی راہ نہ چھوڑو کہ شیخ طریقت کی تقلید بہت پھل رکھتی ہے اور اس کے طریقہ کے خلاف میں بہت خطرے ہیں۔ زیادہ کیا لکھوں۔ والسلام علی من اتبع الهدی والتزم متابعة المصطفیٰ علیہ وعلی آلہ واصحابہ الصلوٰۃ والسلامات اتمھا واکملھا۔

مکتوب نمبر ۱۱

میرٹھس الدین علی کی طرف صادر فرمایا

ان کے سوال کے جواب میں جو انہوں نے وجود واجب تعالیٰ کے متعلق پوچھا تھا۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

گرامی نامہ موصول ہوا ہے آپ نے ازراہ کرم و شفقت ارسال کیا تھا اس کے مطالعہ سے محفوظ اور لذت گیر ہوا۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ آپ کو جزا دے رکھتا تھا کہ جب حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ کی ذات الہی مابینیت سے موجود ہے نہ کہ وجود سے۔ خواہ وہ عین مابینیت ہو یا اس سے لائق۔ پس تقابل درمیان واجب الوجود کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ذات بلا اعتبار و وجوب و وجود ہے اور ممکن الوجود کے درمیان کس طرح متحقق ہوگا۔ اور واجب الوجود کا اطلاق اس ذات پر جو وجوب و وجود سے معرب ہے کس وجہ سے ہو سکے گا۔ اور پھر استحقاق عبادت جو وجوب و وجود سے وابستہ ہے کیونکر ہوگا اور جب واجب الوجود کا اطلاق عدیم الوجود و الوجود پر کیا ذات پر کس طرح ہوگا

میرے مخدوم! ان سوالوں کے بالتفصیل جواب میں نے مکتوبات جلد ثانی کے ایک مکتوب میں لکھے ہیں جو ظاہر طور پر اس فقیر کے ایک لڑکے کے نام ہے۔ اگر ان کو مطالعہ کریں تو امید ہے کہ فائدہ پائیں گے۔ مختصر یہ کہ ہو سکتا ہے کہ ماہیت واجبی جل سلطانہ اپنی غودی کے ساتھ موجود ہے نہ کہ وجود و اثبات وجود کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ کے لئے وجوب کا اطلاق عقل کے منتزعات کے قبیل سے ہے۔
بِذِ اللَّهِ الْمَثَلُ الْأَعْلَى۔

اور جس طرح وجوب وجود منتزعات کے قبیل سے ہے اسی طرح امتناع عدم بھی اللہ تعالیٰ کے بارگاہ میں منتزعات سے ہے جہاں خالص اللہ تعالیٰ کی ذات ہے وہاں جس طرح وجوب وجود کی نسبت نہیں ہے اسی طرح امتناع عدم کی نسبت بھی نہیں ہے۔

اور جب وجوب وجود کی نسبت پیدا ہوتی تو امتناع عدم بھی جو کہ اس کے بالمقابل ہے ظاہر ہوا۔ اور استحقاق عبادت کی نسبت جو نسبت وجوب وجود پر متفرع ہے وہ بھی ظہور میں آگئی۔ اللہ تعالیٰ تھا اور اس کے ساتھ کوئی چیز نہ تھی۔ اگرچہ وہ نسبتیں اور اعتبارات ہی کیوں نہ ہوں۔ پھر جب نسبتیں ظاہر ہو گئیں تو تقابل بھی ظاہر ہوا۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب نمبر ۵۱

سیادت پناہ میر محمد نعمان کی طرف سادر فرمایا
اس بیان میں کہ محبوب کی تکلیف کی لذت محب کی نگاہ میں اس کے

انعام سے بہت زیادہ اچھی ہے۔

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى

میرے بھائی! سید میر محمد نعمان کو معلوم ہو چکا ہو گا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خیر اندیش دوست جتنی بھی اسباب کے ذریعہ میری خلاصی کی کوشش کرتے ہیں کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ بھلائی اسی میں ہے جو اللہ تعالیٰ کرے۔ بہر تقدضائے بشریت کچھ اس سے غم پیدا ہوا تھا اور سینہ میں تنگی ظاہر ہوتی تھی کچھ مدت کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے وہ تمام غم اور سینہ کی تنگی خوشی اور شرح صدر سے بدل گئی اور خاص یقین سے یہ معلوم ہوا کہ

اگر اس جماعت کی مراد جو تکلیف دینے کے درپے ہے خداوند تعالیٰ کی مراد کے موافق ہے تو نیچ

اور سینہ کی تنگی بے معنی ہے اور دعوائے محبت کے منافی ہے۔ کیونکہ محبوب کی تکلیف بھی اس کے انعام کی طرح محب کو محبوب و مرغوب ہے۔ محب جس طرح محبوب کے انعام سے لذت پاتا ہے۔ اس کی تکلیف سے بھی لذت حاصل کرتا ہے بلکہ اس کی تکلیف سے زیادہ لذت پاتا ہے کہ نفس کی لذت کی آمیزش اور اس کی مراد سے پاک و متبرک ہے۔

اور جب حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ نے جو کہ جمیل مطلق ہے اس آدمی کی تکلیف چاہے تو یقیناً اللہ تعالیٰ کا یہ ارادہ بھی اس آدمی کی نظر میں اللہ تعالیٰ کی عنایت سے جمیل ہے بلکہ لذت کا سبب اور اگر اس جماعت کی مراد اللہ تعالیٰ کی مراد کے موافق ہے اور یہ مراد اس مراد کے ظہور کا دریچہ ہے تو لازمی طور پر ان کی مراد بھی نظر میں مستحسن اور موجب لذت ہے۔ اس آدمی کا فعل جو محبوب کے فعل کا مظہر ہو تو اس شخص کا فعل بھی محب کے فعل کی طرح محبوب ہے اور وہ فعل کرنے والا شخص اس نظریہ کے تعلق سے بھی محب کی نظر میں محبوب ہے۔ عجیب معاملہ ہے کہ قبضی اس شخص سے جفا زیادہ متصور ہوتی ہے اتنا ہی وہ محب کی نظر میں زیادہ اچھا معلوم ہوتا ہے کیونکہ وہ محبوب کے غضب کی نمائندگی اچھی طرح کرتا ہے۔ اس راہ کے دیوانوں کا کام الٹا ہے پس آدمی کی برائی چاہنا اور اس کے ساتھ برا سلوک کرنا محبوب کی محبت کے منافی ہے کیونکہ وہ شخص فعل محبوب کے آئینہ کی حیثیت سے زیادہ اور کچھ نہیں ہے جو لوگ دسپے آکر ہیں بہ نسبت دوسری مخلوق کے نظر میں اچھے لگتے ہیں۔

دوستوں سے کہیں سینہ کی تنگی دور کر دیں اور جو جماعت دسپے آزار ہے ان سے دشمنی نہ رکھیں بلکہ چاہیے کہ ان کے فعل سے لذت حاصل کریں۔

ہاں چونکہ ہم دعا کرنے کے مامور ہیں اور خداوند تعالیٰ کو دعا و التماس و تضرع و زاری پسند آتی ہے لہذا مصیبت دور ہونے کی دعا کریں اور عفو و عافیت کا سوال کریں اور وہ جو صورت غضب کا آئینہ کہا ہے اس لئے کہ غضب کی حقیقت دشمنوں کا حصہ ہے اور دوستوں کے ساتھ غضب کی صورت ہے اور حقیقت میں عین رحمت ہے۔ اور اس غضب کی صورت میں محب کے لئے اتنے فائدے رکھے ہیں کہ ان کو کیا بیان کروں۔ اور پھر یہ بھی ہے کہ صورت غضب میں جو دوستوں کو عطا فرماتے ہیں منکوحین کی جماعت کی خرابی بھی ہے اور ان کے امتحان کا باعث ہے۔

اور شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ کی عبارت کے معنی آپ نے پوچھے تھے کہ انہوں نے کہا ہے کہ عارف کے لئے دعا نہیں ہے۔ یعنی وہ دعا جو مصیبت کو دور کرے وہ عارف سے مطلوب ہے کیونکہ عارف جب مصیبت کو محبوب کی طرف سے سمجھتا ہے اور محبوب کی مراد تصور کرتا ہے تو اس کے

دفعیہ کے لئے کس طرح دعا کرے گا اور کس طرح چاہے گا کہ یہ بلا دور ہوا کرے وہ ظاہر طور پر دفع بلا کی دعا زبان پر لائے گا اور وہ بھی تعمیل ارشاد کے طور پر لیکن وہ حقیقت میں کچھ نہیں چاہتا۔ اور جو کچھ اسے پہنچ رہا ہے اس سے وہ لذت حاصل کرتا ہے والسلام علی من اقبل الہدی

مکتوب نمبر ۱۶

مولانا احمد دینی کی طرف صادر فرمایا

(اس بیان میں کہ سالک کو اپنے احوال کی اطلاع نہ دینے اور ان کو سرپیچ

کے احوال کے آئینہ میں دکھانے میں کیا راز ہے)

الحمد لله، والسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

آپ کا گرامی نامہ پہنچا آپ نے لکھا تھا کہ میں اپنے اندر اس طائفہ علیہ کے علوم و معارف اور احوال و مواجید کچھ بھی نہیں پاتا لیکن اس کے باوجود اس راہ کے طالب و آدمی جن کو میں نے طریقہ تلقین کیا تھا وہ بڑے متاثر ہوئے ہیں۔ اور ان میں عجیب احوال پیدا ہوئے ہیں اسکی کیا وجہ ہے؟ جاننا چاہیے کہ وہ احوال جو ان دو شخصوں میں پیدا ہوئے ہیں وہ تمہارے احوال کا عکس ہیں جو ان کی استعداد کے آئینہ میں ظاہر ہوئے ہیں اور وہ دو شخص چونکہ صاحب علم تھے اپنے احوال کو انہوں نے معلوم کیا اور آپ کو بھی اس پوشیدہ حال کے حصول کے علم پر دلائل کی آئینہ کی طرح جو کہ کسی آدمی کے پوشیدہ کمالات کے حصول پر دلالت کرتا ہے اور اس کے پوشیدہ ہنروں کو ظاہر کرتا ہے مقصود حصول احوال ہے اور ان احوال کا علم ہونا ایک دوسری دولت ہے۔ کچھ لوگوں کو اس کا علم دیتے ہیں اور کچھ لوگوں کو نہیں دیتے اور اس کے باوجود دونوں ارباب ولایت سے ہیں اور قرب میں برابر ہیں پھر ہم میں سے کچھ علم والے ہیں اور کچھ ب علم ہیں "یہ قاعدہ اس طائفہ کا مقرر ہے۔

اپنے احوال کا علم نہ ہونے سے پریشان نہ ہوں کوشش کریں کہ احوال حاصل ہوں بلکہ احوال سے گزر کر احوال سے پھرنے والے سے واصل ہوں۔ احوال کا علم اگر مریدوں کے واسطہ کے بغیر حاصل نہ ہو تو قناعت کریں کہ ان کے آئینہ میں آپ دیکھ لیں گے اور مظاہر کی راہ سے حصہ حاصل کر لیں گے احوال چاہیں ان احوال کا علم اگر بے واسطہ میسر نہ ہو تو امید ہے کہ توسط سے حاصل ہو جائے گا۔

اور آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ دوام آگاہی کا کیا مطلب ہے بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ دل کو بعض مشاغل میں اس آگاہی سے ذہول محسوس ہوتا ہے۔ آپ آگاہی کی تعیین کریں۔

جانتا چاہیے کہ آگاہی خداوند تعالیٰ جل شانہ کی جناب قدس سے باطن کے حضور کا نام ہے جیسا کہ علم حضوری میں ہوتا ہے کہ اس کو دوام لازم ہے۔ کیا کبھی تم نے کسی آدمی کے متعلق سنا کہ وہ اپنے آپ سے کسی وقت غافل ہو جائے اور اپنی نسبت، نسیان پیدا کرے غفلت اور ذہول علم حصولی میں متصور ہیں کیونکہ ان میں مغایرت ہے اور علم حضوری میں سب حضور ہی حضور ہے اگرچہ بیوقوف آدمی اس حضور سے دور اور نفور ہے۔ اور حصول میں پر غور ہے۔ پس آگاہی کے لئے دوام لازم آیا اور جس میں دوام نہ ہو وہ مطلوب کو دیکھتا ہے جو آگاہی کے مشابہ ہے اور اس میں دوام مشکل ہے کہ علم حصولی سے مشابہت رکھتا ہے جس کو دوام سے بہت تھوڑا حصہ ملا ہے۔

وَلِلَّهِ الْمَثَلُ الْأَعْلَىٰ

اللہ تعالیٰ جل شانہ کی نسبت علم حصولی اور علم حضوری کا اطلاق بر سبیل تشبیہ و نظیر ہے کیونکہ جو اپنے آپ سے بھی زیادہ قریب ہو وہ علم حصولی اور علم حضوری کے احاطہ سے باہر ہوتا ہے۔ ارباب معقول اگرچہ اس کا تصور نہیں کر سکتے اور اپنے آپ سے بھی نزدیک تر کو معلوم نہیں کر سکتے۔ لیکن علم لدنی والوں کے نزدیک یہ بات واضح ہے اور خداوند تعالیٰ جل شانہ کی عنایت سے آسانی سے حاصل ہو جاتی ہے۔ اے ہمارے رب! ہمیں اپنی طرف سے رحمت عنایت فرما۔ اور ہمارے لئے ہمارے کام میں بھلائی پیدا کر۔

دوسری بات یہ ہے کہ سیادت پنا میرے بھائی میر محمد نعمان کے آپ پر چونکہ بہت سے حقوق ہیں اور وہ تمہارے بے اجازت چلے آنے سے تکلیف میں ہیں چاہیے کہ بے توقف اپنے آپ کو ان کی خدمت میں پہنچاؤ اور اس تکلیف کی تلافی کرو اگر آپ ان کی اجازت سے آئے تو کوئی مضائقہ نہیں تھا اب چاہیے کہ ان کی مرضی کے مطابق عمل کریں اور رخصت لے کر آئیں۔ زیادہ کیا لکھوں۔

مکتوب نمبر ۱۱

اپنی ایک نیک بخت ارادت مند خاتون کی طرف صادر فرمایا
(عقائد دینیہ کی تصبیح اور عبادات شریعہ کی ترغیب کے بیان میں)

تمام تعزلیں اس تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے ہم پر انعام کیا اور ہمیں اسلام کی راہنمائی کی اور ہمیں سید الانام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے بنایا۔

جاننا چاہیے کہ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ علی الاطلاق انعام کرنے والا ہے۔ اگر وجود ہے تو اللہ تعالیٰ ہی کی عنایت سے دیا ہوا ہے اور بقا ہے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے عطا ہے اور اگر صفات کاملہ ہیں تو اسی کی رحمت شاملہ سے ہیں۔ زندگی و دانائی و توانائی و بینائی و شنوائی اور گویائی سب اللہ ہی کی بارگاہ سے ملی ہیں اور طرح طرح کی نعمتیں اور قسم قسم کے کرم جو کہ خدا اور گنتی سے باہر ہیں یہ بھی اسی کی جانب قدس سے فائز ہوتی ہیں۔ سختی اور تنگی کا انا وہی فرماتا ہے اور دعاؤں کی قبولیت اور دفع بلا وہی کرتا ہے۔ وہ رزاق ہے کہ اپنی کمال مہربانی سے بندوں کے رزق کو گناہوں کے سبب سے روک نہیں رکھتا۔ وہ پردہ پوش ہے جو عفو اور تجاوز کی کثرت کے باعث گناہوں کے ارتکاب سے ان کی پردہ دری نہیں کرتا۔ وہ بردبار ہے کہ ان کی سزا و مواخذہ میں جلدی نہیں کرتا وہ کریم ہے کہ اپنے عام کرم کو دوست و دشمن سے روک نہیں رکھتا اور ان نعمتوں میں سے سب سے بڑی نعمت اسلام کی دعوت ہے۔ اور وارث السلام کی راہنمائی اور سید الانام صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کہ ہمیشہ کی زندگی اور دائمی نعمتیں اس سے وابستہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی ملاقات اس سے متعلق ہیں۔

مختصر یہ کہ اس کے انعام و اکرام و احسان اظہر من الشمس ہیں اور چاند سے زیادہ روشن ہیں۔ وہ مہربان کا انعام اس کی قدرت دینے اور طاقت دینے سے ہے اور ان کا احسان استعارہ من المستعیر اور سوال من الفقیر کے قبیل سے ہے یہ یقیناً بھی عقلمندوں کی طرح اس معنی کا اقرار کرتے ہیں اور غیبی بھی نہیں کی طرح اس امر کے معترف ہیں۔

گر برتن من زبان شود ہر موعے

یا شکر دے از بزار تو انم کرو

اور شک نہیں ہے کہ بلاشبہ عقل منعم کے شکر کے وجوب کا حکم رکھتی ہے اور اس کی تعظیم و توقیر کو لازم جانتی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کا شکر جو کہ منعم حقیقی ہے۔ بلاشبہ عقل سے واجب ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ کی تعظیم و توقیر لازم ٹھہری چونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کمال درجہ کا پاک اور منزہ ہے اور بندے استہانی درجہ کی گندگی اور آلودگی میں ہیں اپنی کمال بے مناسبتی سے وہ کیا معلوم کر سکیں گے کہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم و تکریم کس چیز میں ہے۔

بہت دفعہ ایسا ہو سکتا ہے کہ اس کی جناب اقدس کے شان میں بعض امور کو لوگ اچھا سمجھیں اور فی الحقیقت اس کے نزدیک وہ بُرے ہوں اور وہ تعظیم خیال کریں اور وہ تو بہن ہو وہ تکبر تصور کریں اور وہ تحقیر ہو پس جب تک کہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم و تکریم اسی کی جناب قدس سے مستفاد نہ ہو شکر کے لائق نہ ہوگی۔ اور نہ اس کی عبادت کے قابل ہوگی۔ کیونکہ وہ حمد و جان کی طرف سے ہوگی ہو سکتا ہے کہ بھی ہوا در مدح عیب ہو جائے اور وہ تعظیم و تکریم و توقیر جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے مستفاد ہوگی ہماری نسبت سے وہی شریعت حق ہے۔

عَنْ مُحَمَّدٍ رَأَى الصَّلَاةَ وَالسَّلَامَ وَالْحَقِيَّةَ۔

اگر دلی تعظیم ہے تو وہ بھی شریعت حق میں بیان کر دی گئی ہے اور اگر زبان شائبہ تو وہ بھی اس جگہ مدلل ہے۔ اعضا کے اعمال و افعال کو بھی صاحب شریعت نے تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کا شکر اس کی شریعت کی پابندی میں منحصر ہے۔ دل اور جسم سے بھی اور اعتقاد و اور عمل سے بھی۔

اور ہر قسم کی تعظیم اور اس کی عبادت جو شریعت کے علاوہ ادا کی جائے وہ اعتماد کے لائق نہیں ہے بلکہ بہت دفعہ ایسا ہو سکتا ہے کہ وہ اشد ادا کو حاصل کرنے والی ہو اور جسے نیکی خیال کیا جاتا ہے وہ فی الحقیقت برائی ہو پس بیان مذکور کو ملاحظہ کرنے کے بعد شریعت پر عمل کرنا عقل کی رو سے واجب ٹھہر اور منہم تعالیٰ کے شکر کی ادائیگی شریعت کی ادائیگی کے بغیر محال ٹھہری اور شریعت کے دو حصے ہیں اعتقاد اور عمل۔ اعتقادی حصہ دین کے اصول ہیں اور عملی حصہ دین کے فروع ہیں۔ بدعتیہ آدمی اہل نجات سے نہیں ہے اور عذاب آخرت سے خلاصی اس کے حق میں متصور نہیں ہے اور بدعمل آدمی کی نجات کا احتمال سبکہ اس کا معاملہ خدا تعالیٰ کی مشیت کے سپرد ہے۔ اگر وہ چاہے تو معاف کر دے اور چاہے تو گناہ کے اندازہ کے مطابق اسے سزا دے۔ آگ میں ہمیشہ رہنا صرف بدعتیہ کیلئے مخصوص ہے اور ضروریات دین کے منکر پر متصور ہے۔

عمل نہ کرنے والا اگرچہ سزا پائے گا لیکن اس کے لئے ہمیشہ آگ میں رہنا مفقود ہے اور چونکہ عقائد اصول دین سے ہیں اور اسلام کے ضروریات سے تو مجبوراً ان کو بیان کیا جاتا ہے اور عملیات میں باوجود ان کے فرع ہونے کے چونکہ تفصیل ہے تو ان کو فقہ کی کتابوں کے حوالے کرتے ہوئے کچھ تھوڑا سا حصہ بعض ضروری عملیات میں سے بیان کیا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

اِعْتِقَادِیَّات

اللہ تعالیٰ اپنی ذات پاک کے ساتھ موجود ہے اور اللہ تعالیٰ کی ہستی اپنے آپ سے قائم ہے اور اللہ تعالیٰ جس طرح ہیں ہمیشہ سے ایسے ہی تھے اور ہمیشہ رہیں گے پہلے عدم اور پچھلے عدم کو اللہ تعالیٰ کی جناب قدس میں کوئی راہ نہیں ہے کیونکہ وجوب وجود اس بارگاہ مقدس کا مکینہ غلام ہے اور سلب عدم اس محترم بارگاہ کا مکینہ غاروب ہے اور اللہ تعالیٰ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں نہ وجوب وجود میں اور نہ الوہیت میں اور نہ استحقاق عبادت میں کیونکہ شریک کی ضرورت اس وقت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کافی نہ ہو اور مستقل نہ ہو اور یہ نقص کی علامت ہے جو وجوب اور الوہیت کے منافی ہے اور جب وہ کافی ہوگا اور مستقل ہوگا تو شریک بیکار ہوگا۔ اور بے فائدہ ٹھہرے گا۔ اور یہ بھی نقص کی علامت ہے جو الوہیت اور وجوب کے منافی ہے۔

پس شریک کا اثبات دو شریکوں میں سے ایک کے نقص کو مستلزم ہے۔ جو منافی شرکت ہے پس اثبات شرکت مستلزم نفی شرکت ہوا اور وہ محال ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کا شریک محال ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی صفات کاملہ میں جیسے حیوۃ، علم، قدرت، ارادہ، سمیع، بصیر، کلام اور تکوین اور ان آٹھ صفات کو صفات حقیقیہ کہتے ہیں کیونکہ وہ قدیم ہیں اور خارج میں اللہ تعالیٰ کے وجود پر زائد وجود سے موجود ہیں جیسا کہ اہل حق شکر اللہ تعالیٰ علیہم کے علمائے اس کو مقرر فرمایا ہے اور اہلسنت کے سوا مخالف فرقوں میں سے کوئی بھی صفات زائدہ کے وجود کا قائل نہیں ہے۔ یہاں تک کہ اس فرقہ میں سے متاخرین صوفیاء بھی صفات کو عین ذات کہتے ہیں اور مخالفوں کے ساتھ موافق ہو گئے ہیں۔ اگرچہ وہ نفی صفات سے پرہیز کرتے ہیں لیکن ان کے اصول اور ان کی عبارتوں کے متبادعی سے صفات کی نفی کی لازم آتی ہے۔ مخالفوں نے کمال نفی صفات کاملہ میں سمجھ رکھا ہے اور اپنی عقل سے قرآنی نصوں سے الگ ہو گئے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو سید سے رستے کی رہنمائی کرے۔

اور دوسری صفتیں یا تو اعتباریہ ہیں یا سلبیہ جیسے قدم و ازلیت اور وجوب و الوہیت اور جیسا کہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جسم اور جسمانی نہیں ہے۔ عرض اور جوہر نہیں۔ زمانی اور مکانی نہیں۔ حال اور محل نہیں۔ محدود اور نفاہی نہیں وہ جہت سے بے جہت ہے اور نسبت سے بے نسبت کفو اور مثل اس کی جناب قدس سے مسوب ہے اور ضرورت اور ندرت اس جل سلطان کی بارگاہ

میں مفقود ہے وہ مال۔ باپ بیوی اور بچوں سے پاک و مبرا ہے۔ کہ یہ سب علامات حدوث ہیں اور نقص کو مستلزم اور تمام کمالات اس کی جناب قدس کے لئے ثابت ہیں اور تمام نقائص اس بارگاہ سے منسوب ہیں۔

مختصر یہ کہ صفات امکان و حدوث جو سراسر نقص و شرارت ہے ان تمام کو اس کی جناب قدس سے دور رکھنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ جزئیات و کلیات کا عالم ہے۔ اور اسرار و خفیات کا بھاننے والا ہے آسمانوں اور زمینوں میں ایک حقیر ذرے کی طرح بھی کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں ہے۔ کیوں نہیں جبکہ وہ تمام اشیاء کا خالق ہے تو ان تمام کو جلتے والا کیوں نہ ہو گا۔ کیونکہ خالق کو مخلوق کے علم سے چارہ نہیں ہے۔

کہتے بے دوست لوگ ہیں کہ خداوند تعالیٰ کو جزئیات کا عالم نہیں جانتے۔ اور اس کو اپنی ناقص عقل سے کمال سمجھتے ہیں جیسا کہ اپنی کمال بیوقوفی سے واجب الوجود سے ایک چیز سے زیادہ صادر نہیں سمجھتے اور وہ بھی لباب و اضطرار سے نہ کہ اپنے اختیار سے اور اس کو بھی کمال جانتے ہیں۔ عجب جاہل ہیں کہ جہل کو کمال تصور کرتے ہیں اور اضطرار کو اختیار سے بہتر جانتے ہیں اور اپنی جہالت کی وجہ سے دوسری چیزوں کو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ انہوں نے عقل فعال اپنی طرف سے تراش لی ہے اور محدثات کو اس کی طرف منسوب کرتے ہیں اور زمین اور آسمانوں کے پیدا کر نیوالے کو معطل اور بیکار جانتے ہیں۔

اس فقیر کے نزدیک کوئی بھی جماعت اس جماعت سے زیادہ بیوقوف و دنیا بھر میں وجود میں نہیں آئی۔ سبحان اللہ مسلمانوں میں بھی ایک ایسی جماعت ہے جو ان پلیدوں کو اباب معقول تصور کرتے ہیں۔ اور ان کو حکمت کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ شائد ان کے جھوٹے احکام کو نفس الامر کے مطابق سمجھتے ہیں۔ اسے ہمارے رب ہمارے دلوں کو ہدایت دینے کے بعد تیرے حاکم اور ہمیں اپنی جناب سے رحمت عنایت فرما۔ یقیناً تو ہی عنایت کرنے والا ہے۔

اور اللہ ازل سے لے کر اب تک ایک کلام سے متکلم ہے اگر امر ہے تو اسی ایک کلام سے ہے۔ اور اگر نہی ہے تو بھی اسی سے ہے۔ اور اسی طرح خبر دینا اور خبر حاصل کرنا بھی اسی ایک کلام سے پیدا ہوا ہے اور اگر توریت و انجیل ہے تو اسی سخن پر دلیل ہے اور اگر زبور و قرآن مجید ہے تو اسی کلام کا نشان ہے اور اسی طرح تمام صحیفے اور کتابیں جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات پر نازل ہوئی ہیں اسی سخن کی تفصیل ہے۔ ہر گاہ ازل و ابد اس وسعت اور لمبائی کے باوجود اس جگہ آن واحد

ہے بلکہ اس کی بھی گنجائش نہیں ہے کیونکہ اُن کا اطلاق بھی اس جگہ تنگی عبارت کی وجہ سے واقع ہے۔ پس وہ کلام جو اس آں میں صادر ہوگا۔ ایک کلمہ بلکہ ایک حرفت باکہ ایک نقطہ ہوگا۔ اور نقطہ کا اطلاق بھی اس جگہ اُن کے اطلاق کی طرح ہے جو کہ عبارت کی تنگی کی بنا پر واقع ہے ورنہ نقطہ بھی گنجائش نہیں رکھتا اور اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں وسعت عالم بے چونی و بے چگونگی سے ہے وہ اس وسعت اور تنگی سے جو امکان کی صفات میں پاک ہے۔

اور مومن اللہ تعالیٰ کو بہشت میں بے چوں و بے چگون ویکھیں گے کیونکہ جو رویت بچوں سے متعلق ہوگی وہ خود بھی بے چوں ہوگی بلکہ دیکھنے والا بھی بے چونی سے وافر حصہ پائے گا تاکہ بے چوں کو دیکھ سکے۔ بہادشاہ کے عطیات کو اس کی سواریاں ہی اٹھا سکتی ہیں۔ آج اس معمر کو اپنے ادیباء میں سے انھن خاص پر حل فرمایا ہے اور مشکف ہو چکا ہے یہ دقیق مسئلہ ان بزرگواروں کے نزدیک تحقیقی ہے اور در سُر کے لیے تقلیدی اور اہل سنت کے علاوہ کوئی بھی دوسرے فرقوں میں سے خواہ وہ مومن ہوں یا کافر اس مسئلہ کا قائل نہیں ہے اور خداوند تعالیٰ کی رویت کو ان بزرگواروں کے علاوہ سب محال سمجھتے ہیں۔ اور مخالفوں کی دلیل غائب کا حاضر پر قیاس ہے جس کا فساد ظاہر ہے۔

ایسے باریک مسائل میں ایمان کا حصول سنتِ نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کے نور کے سوا محال ہے۔

لہ لائق دولت ہو دہر سرے

بار مسیحا نہ کشد ہر سرے

تعب ہے کہ وہ لوگ جو رویت کی دولت پر ایمان نہیں رکھتے اس سعادت کے حصول سے یکے بہرہ ور ہوں گے کیونکہ منکروں کی قسمت میں تو محرومی ہے اور یہ بھی عجیب بات ہے کہ بہشت میں ہوں اور نہ دیکھیں اور یہ تو کہیں بھی نہیں آیا ہے کہ بعض اہل بہشت اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے اور بعض نہ دیکھیں گے۔ ان کے لیے وہی جواب مناسب ہے جو حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرعون کے سوال میں فرمایا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کی حکایت کرتے ہوئے فرماتا ہے (فرعون) اے کبائے پہلے زمانوں کا کیا حال ہے تو (موسیٰ علیہ السلام نے) فرمایا۔ ان کا علم میرے رب کے پاس کتاب میں ہے۔ میرا رب نہ تو بھولتا ہے نہ بہکتا ہے۔ وہ اللہ جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنایا اور تمہارے لئے اس میں رستے چلائے اور آسمانوں سے پانی اتارا۔

لہ ہر سردار کے لائق نہیں ہوتا اور ہر گد سما میں کا یو ب نہ نہیں اٹھا سکتا۔

جانتا ہے کہ بہشت اور بہشت کے علاوہ باقی تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی نسبت سب برابر ہیں کہ سب اس کا مخلوق ہیں اور اللہ تعالیٰ کے لئے ان میں سے کسی میں بھی حُکول اور تمکین نہیں ہے لیکن بعض مخلوقات میں خداوند تعالیٰ کے انوار کے ظہور کی قابلیت ہے اور بعض میں نہیں ہے۔ آئینہ صورتوں کے ظہور کی قابلیت رکھتا ہے اور تپھر اور اینٹ نہیں رکھتے پس فرق جو ہے صرف اس طرف سے ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ سب کی نسبت برابر ہے۔

ایں قاعدہ یا دوار کا نجا کہ خداست
لے جزو نہ کل نہ ظرف نہ مظروف است

دنیا میں رویت واقع نہیں ہے۔ یہ دنیا اس دولت کے ظہور کی قابلیت نہیں رکھتی اور جو دنیا میں رویت کا قائل نہیں ہے اور فخری ہے۔ اس نے خدا تعالیٰ کے سوا کو خدا سمجھ لیا ہے۔ یہ دولت اگر اس دنیا میں میسر ہو سکتی ہے تو حضرت، حکیم اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام دوسروں کی نسبت اس کے بہت زیادہ حق دار تھے اور ہمارے پیغمبر علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام اگر اس دولت سے شرف ہوئے ہیں تو اس کا وقوع دنیا میں نہیں ہوا ہے بلکہ آپ بہشت میں گئے اور وہاں دیکھا کہ وہ عالم آخرت سے ہے دنیا میں نہیں دیکھا بلکہ دنیا سے باہر آئے اور آخرت سے ملحق ہوئے۔ اور دیکھا اور اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کا خالق ہے۔ پہاڑوں اور سمندروں کا خالق ہے۔ درختوں اور پھلوں کا خالق ہے۔ کانوں اور لہجائے کا خالق ہے۔ جس طرح اس نے آسمانوں کو ستاروں سے زینت دی ہے۔ زمین کو انسان پیدا کر کے مہنہ کیا ہے۔ اگر سیٹھ ہے تو اللہ تعالیٰ کی ایماد سے موجود ہوا ہے اور اگر مرکب ہے تو اسی کے پیدا کرنے سے پیدا ہوا ہے مقتصر یہ کہ تمام اشیاء کو وہی عدم سے وجود میں لایا ہے اور حادث بنا یا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی چیز بھی قدیم نہیں ہے اور نہ ہی قدیم جو سب سے تمام اہل مذہب اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز کے حدوث پر اجماع رکھتے ہیں۔ اور بالاتفاق اس کے سوا کسی کو قدیم نہیں مانتے اور جو ان کے قدیم ہونے کا قائل ہے اسے گمراہ اور کافر کہتے ہیں۔

امام حجتہ الاسلام غزالی نے اپنے رسالہ منقذ عن الضلال میں اس معنی کی تصریح کی ہے اور ان لوگوں کو کافر کہا ہے جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو بھی قدیم مانتے ہیں اور وہ لوگ جو آسمانوں اور ستاروں اور ان جیسی چیزوں کے قدیم ہونے کے قائل ہیں قرآن مجید ان کی تردید کرتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

لے یہ قاعدہ یا دوار کو وہاں نہ جزو ہے نہ کل نہ ظرف نہ مظروف ۱۲

اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ ۚ إِنَّهُ أَكْبَرُ ۚ وَمَا يَتَذَكَّرُ فِي مَا يَخْلُقُ إِلَّا فِي قَدْرٍ عِلْمٍ ۚ عَلَى الْعَرْشِ ۚ

اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین اور ان کے اندر
وَمَا يَتَذَكَّرُ فِي مَا يَخْلُقُ إِلَّا فِي قَدْرٍ عِلْمٍ کی مخلوقات کو چھ دنوں میں پیدا کیا اور پھر عرش کا ارادہ
عَلَى الْعَرْشِ کیا۔

اور اس جیسی قرآن مجید کی آیات کافی ہیں۔ کوئی بیوقوف ہی ہو گا جو اپنی ناقص عقل سے قرآنی نصیحتوں کے خلاف کرے۔ اور جسے اللہ نور عطا نہ فرمائے اس کے لئے کوئی ٹوٹی بیٹیاں ہے۔
اور جس طرح بندے اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔ بندوں کے افعال بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔ کیونکہ پیدا کرنا اس کے سوا کو لائق نہیں ہے اور ممکن سے ممکن کی ایجاد نہیں ہو سکتی کیوں کہ قصور قدرت سے واعذار ہے اور نقص علم سے موصوف ہے جو کہ ایجاد اور خلق کے لائق نہیں ہے اور وہ جو بندہ اپنے اختیار افعال میں دخل رکھتا ہے وہ اس کا کسب ہے جو بندہ کی قدرت و ارادہ سے واقع ہے۔ فعل کا پیدا کرنا خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ کسب فعل بندہ کی طرف سے ہے۔ پس بندہ کا اختیار ہی فعل بندہ کے کسب اور اللہ تعالیٰ کی خلق کے مجموعہ سے واقع ہوتا ہے اور اگر بندہ کے کسب اور اختیار کو فعل میں بالکل دخل نہ ہو تو عرشہ کا حکم پیدا ہو گا۔ اور یہ خلاف محسوس و مشاہدہ ہے۔ ہم بدابست سے جانتے ہیں کہ عرشہ کو الے کا فعل اور ہے اور اختیار والے کا فعل اور ہوتا ہے اور اس قدر فرق فعل میں بندے کے کسب کے دخل کے لئے کافی ہے اور خداوند تعالیٰ نے اپنی کمال مہربانی سے اپنی خلق کو بندہ کے فعل میں بندہ کے قصد کے تابع کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ بندہ کے قصد کے بعد بندہ میں فعل ایجاد کرتے ہیں تو پھر بندہ مدد و مدد یا ملوم ٹھہرتا ہے۔ اور اسی پر اسے عذاب یا ثواب ملتا ہے۔

اور قصد و اختیار جو اللہ تعالیٰ نے بندہ کو دے رکھا ہے وہ فعل اور ترک فعل کی دونوں طرفیں رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی زبانی فعل اور ترک فعل کا حسن و قبح بتفصیل بیان کر دیا ہے اور اس کے باوجود یہ بندہ جو ایک جہت کو اختیار کرتا ہے۔ اسے چارہ کار نہیں کہ یا تو اسے ملامت کی جائے یا وہ مدد و ٹھہرے اور اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بندہ کو وہ قدرت و اختیار دیا ہے کہ شرعی اوامر و نواہی کے عہدہ سے باہر آ سکے اور یہ کوئی ضروری نہیں کہ پوری قدرت اور پورا اختیار دین جتنا چاہیے تھا اتنا دے دیا۔ اور اس کا منکر بدابست کا معارضہ کرتا ہے اور بیمار دل والا ہے کہ شریعت کی تعمیل میں عاجز ہے۔ مشرکوں پر وہ بات بڑی بھاری ہے جس کی طرف آپ ان کو بلاتے ہیں یہ مسئلہ علم کلام کے دقیق مسائل میں سے ہے اس مسئلہ کی انتہائی شرح و بیان یہی ہے جو ان اوراق میں لکھی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے۔ جو کچھ علماء اہل حق نے فرمایا ہے۔

وہ پورا کرنا چاہیے۔ اور مقابلہ اور جنگ میں نہ پڑنا چاہیے۔ بیت
 نہ ہر جائے مرکب تو ان تاخلف
 کہ جانا سپر باند انداختن

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام جہانوں کے لئے رحمت ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو لوگوں کی ہدایت
 کے لئے مبعوث فرمایا ہے اور ان بزرگواروں کے ذریعہ بندوں کو اپنی جتنا بپاک میں بلایا ہے اور جنت
 کی طرف جو اس کی رضا کا مقام ہے دعوت دی ہے۔ وہ بڑا بد نصیب ہے جو سنی کی دعوت قبول نہ
 کرے اور اس کی دولت کے دسترخوان سے نفع نہ اٹھائے۔ ان بزرگواروں نے جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ
 کی طرف سے پہنچایا ہے وہ سب کچھ حق اور سچ ہے اور اس پر ایمان لانا ضروری ہے۔

عقل بھی اگرچہ حجت ہے لیکن وہ حجت میں ناقص ہے حجت بالغہ صرف انبیاء علیہم الصلوٰۃ و
 السلام کی بعثت سے حاصل ہوئی ہے کہ بندوں کے لئے کوئی عذر نہیں چھوڑا گیا ہے۔ سب سے پہلے
 پیغمبر حضرت آدم علیہ السلام اور آخری پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ تمام انبیاء علیہم
 الصلوٰۃ والتسلیمات پر ایمان لانا چاہیے اور سب کو معصوم اور راست باز سمجھنا چاہیے۔ ان بزرگواروں
 میں سے کسی ایک کا بھی انکار کرنا سب کے انکار کرنے کو مستلزم ہے کیونکہ ان کی بات ایک ہی ہے
 اور ان کے دین کے اصول بھی ایک ہی ہیں اور حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام جب آسمان سے
 نزول فرمائیں گے تو غاتم الرسول علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی شریعت کی پیروی کریں گے۔ حضرت خواجہ
 محمد پارساؒ جو کہ حضرت خواجہ نقشبندؒ کے کامل خلفاء میں سے تھے اور ایک عالم اور محدث تھے بھی اپنی
 کتاب "فصول ستہ" میں معتمد روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام بعد از
 نزول امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مذہب پر عمل کریں گے اور ان کے حلال کو حلال اور ان کے حرام کو حرام
 ٹھہرائیں گے۔

اور فرشتے اللہ تعالیٰ کے معزز بندے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رسالت اور تبلیغ کی دولت سے مشرف ہیں۔
 ان کو جو حکم ہوتا ہے اس کی تعمیل کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ان کے حق میں مفقود ہے اور وہ خوراک و
 پوشاک سے پاک ہیں اور میاں بیوی کے تعلق سے خالی ہیں اور توالد و تناسل سے سبک ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی
 کتابیں اور صحیفے انہی کے ذریعہ سے نازل ہوئی ہیں اور انہی کی امانت سے مخلوق و مامون رہی ہیں۔ ان پر
 ایمان لانا بھی ضروریات دین میں سے ہے۔ اور ان کو سچا جانا بھی اسلام کے واجبات سے ہے۔

۱۳ ہر جگہ گھوڑا نہیں دوڑایا جاسکتا بلکہ کئی جگہ ڈھال دینی پڑتی ہے۔ ۱۳

اور جمہور اہل حق کے نزدیک خواص بشر خواص ملک سے افضل ہیں کیونکہ خاص بندوں کا خدا تعالیٰ تک پہنچنا موانع اور تعلقات کے باوجود ہے۔ اور فرشتوں کا قرب بغیر کسی رکاوٹ و ممانعت کے حاصل ہے تسبیح و تقدیس اگرچہ فرشتوں کا کام ہے لیکن اس کام کے ساتھ جہاد کو جمع کرنا کا ہل انسان کا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

۱۱. فَخُذْ لِلّٰهِ الْجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ
وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً
وَكُلًّا وَعَدَ اللّٰهُ الْحَسَنَىٰ
اور ہر ایک سے اللہ تعالیٰ نے جنت کا وعدہ کیا ہے۔

اور جن چیزوں کی منبر صادق علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام نے خبر دی ہے مثلاً احوال قبر و احوال قیامت اور حشر و نشر اور بہشت و دوزخ سب برحق اور سچ ہیں۔ قیامت پر ایمان لانا بھی اللہ تعالیٰ کی طرح ضروری اسلام میں سے ہے۔ قیامت کھنکھارے خدا تعالیٰ کے منکر کی طرح ہیں اور قطعاً کافر ہیں اور قبر کا عذاب اور اس کا تنگ ہونا برحق ہے۔ اور اس کا منکر اگرچہ کافر نہیں ہے لیکن بدعتی منکر ہے کہ احادیث مشہورہ کا منکر ہے۔

اور چونکہ قبر و دنیا اور آخرت کے درمیان برزخ ہے تو اس کا عذاب بھی ایک لحاظ سے دنیا کے عذاب سے مشابہت رکھتا ہے۔ کہ وہ ختم ہو جانے والا ہے اور ایک مشابہت آخرت کے عذاب سے رکھتا ہے کہ وہ آخرت کے عذاب کی جنس سے ہے اس عذاب کے اکثر مستحق وہ لوگ ہیں جو پیشاب سے پرہیز نہیں کرتے اور سخن چینی اور خفیہ کاری کی عادت رکھتے ہیں اور قبر میں منکر و نیکر کے سوال بھی حق ہیں۔ اور یہ ایک عظیم فتنہ و امتحان ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ قبر میں ثوابت قدم رکھیں۔ آمین۔

اور قیامت کا دن برحق ہے اور یقیناً آنے والا ہے۔ اس دن آسمان اور زمین ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے۔ اور ستارے گر پڑیں گے اور زمین اور پہاڑ بھی ریزہ ریزہ اور معدوم ہو جائیں گے۔ جیسا کہ قرآنی نصوص اس کو مستحکم بیان کرتی ہیں۔ اور تمام اسلامی فرقوں کا اس پر اجماع ہے کہ قیامت کا منکر کافر ہے۔ اگرچہ وہ بھی مقدمات سے اپنے کفر کو آراستہ کر کے دکھائے اور بیوقوفوں کو گمراہ کرے اور اس دن قبروں سے اٹھنا اور بوسیدہ اور گلی سڑی ہڈیوں کا ذبح ہونا حق ہے۔ اور اعمال کا حساب اور میزان کا رکھنا اور نامہ اعمال کا اڑنا اور نیک لوگوں کے دائیں ہاتھ میں اور برے لوگوں کے بائیں ہاتھ میں پہنچنا بھی حق ہے اور پل صراط جس کو دوزخ کی پشت پر رکھیں گے اور جس جگہ سے گذر کر جنتی جنت میں چلے جائیں گے اور دوزخی دوزخ میں ملے سورہ نساء پارہ والمعنات ۱۲۔

میں عذاب کا اور جنت میں ثواب کا ہمیشہ رہنا اور آسمانوں کا پھٹنا اور ستاروں کا جھڑنا اور زمین اور پہاڑوں کا کوٹا جانا وغیرہ پر ایمان لانا۔

اور اسی طرح پانچوں نمازوں کی فرضیت اور ان کی متعین رکعات پر اور مال کی زکوٰۃ کی فرضیت پر اور رمضان شریف کے روزوں اور بیت الحرام کے حج بشرط استطاعت راہ پر ایمان لانا فرض ہے۔ اور اسی طرح شراب پینے کی حرمت اور قتل نفس بغیر حق اور مال باپ کی نافرمانی اور چوری اور زنا اور یتیم کا مال کھانا اور سود کھانا اور ان جیسی چیزوں کی حرمت پر ایمان لانا جو تو اتر سے ثابت ہو چکی ہیں ضروریات دین سے ہے اور مومن کبیرہ گناہ کے ارتکاب سے ایسا سے خارج نہیں ہوتا اور نہ کافر ہوتا ہے۔ کبیرہ گناہ کو حلال سمجھنا کفر ہے اور کبیرہ کا ارتکاب فسق ہے اور اپنے آپ کو مومن برحق جاننا چاہیے یعنی اپنے ایمان کے ثبوت اور تحقق سے اقرار کرنا چاہیے اور استثناء کا کلمہ یعنی ایمان کے ساتھ انشاء نہیں کہنا چاہیے۔ کیونکہ اس سے شک کا وہم ہوتا ہے۔ اور ایمان ہونے کی صورت میں منافات کی شکل رکھتا ہے اور اگر استثناء کو خاتمہ کی طرف راجع کریں جو مبہم ہے تو پھر بھی ثبوت عالی کے اشتباہ سے خالی نہیں ہے۔ پس احتیاط یہی ہے کہ شک اور اشتباہ کی صورت کو ترک کر دیا جائے۔ اور محفلات خلفائے اربعہ کی افضلیت ان کی خلافت کی ترتیب کے مطابق ہے۔ کیونکہ اہل حق

کا اجماع ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد افضل البشر حضرت صدیق اکبر ہیں رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد حضرت فاروق رضی اللہ عنہ اور ان کی فضیلت کی وجہ جو فقیر سمجھا ہے نہ کثرت فضائل ہے نہ کثرت مناقب بلکہ ایمان میں اسبقیت اور مال کے خرچ کرنے میں اقدمیت اور تائید دین اور ترویج ملت متین میں اپنی جان خرچ کرنے میں اولیت ہے۔ کیونکہ سابق گویا دین کے معاملہ میں لائق کا استاد ہے۔ اور لائق کو جو کچھ بھی ملتا ہے وہ سابق کے خولان دولت سے ملتا ہے اور ان تینوں صفات کا ملکہ کا مجموعہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ میں مختصر ہے۔ ایمان کی اسبقیت کے ساتھ جس نے مال کا خرچ اور اپنی جان قربان کرنے کو جمع کیا ہے وہ یہی حضرت صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور یہ دولت ان کے علاوہ اس امت میں اور کسی کو ملے نہیں ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس بیماری میں فرمایا جس میں آپ کی وفات ہوئی۔

کوئی آدمی بھی اپنے نفس اور مال خرچ کرنے میں سب سے زیادہ مجھ پر احسان کرنے والا ہو کر بن ابو قحافہ سے بڑھ کر کوئی نہیں ہے۔ اگر میں لوگوں میں سے کسی کو اپنا غلیل بناتا تو ابو بکر کو بناتا لیکن اسلام کی اخوت افضل ہے۔ ابو بکر کے دریچے کے سوا سب دریچے اس مسجد کے بندہ کر دور

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف بھیجا تو تم نے کہا "نے جھوٹ بولا اور البوکر نے کہا تو نے سچ کہا اور اس نے اپنے نفس اور مال سے میری موافقت کی کیا تم میرے لئے میرے اس ساتھی کو چھوڑ نہیں سکتے۔"

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا۔ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو حضرت عمر بن خطابؓ ہوتے۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ البوکر و عمر و نوں اس امت کے افضل آدمی ہیں۔ اور جو شخص مجھ کو ان پر فضیلت دے وہ بہتان طراز ہے۔ میں اسے اسی طرح کوڑے لگاؤں گا جیسے مفسری کو لگاتا ہوں۔

اور وہ جھگڑے اور جنگیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں واقع ہوئی ہیں لکھونیک معافی پر محمول کرنا چاہیے اور ان کو ہوا و ہوس کی بدگمانی یا مرتبہ اور ریاست کی محبت اور رفعت و منزلت کی طلب سے دور سمجھنا چاہیے۔ کیونکہ یہ رفیع صفات نفسانہ کی ہیں اور ان ہزر گواروں کے نفوس خیر البشر علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کی صحبت سے پاک ہو چکے تھے۔ اتنا ضرور ہے کہ ان جھگڑوں اور جنگوں میں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں واقع ہوئیں ان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ حق بجانب تھے اور آپ کے مخالف اجتہادی غلطی پر تھے کہ اس میں طعن اور ملامت کی مجال نہیں ہے اور پھر کسی کو فاسق کہنے کی کیا گنجائش ہو سکتی ہے کہ سب صحابہ عدول ہیں اور تمام کی روایات مقبول ہیں۔ اور حضرت علی کے مخالفین اور موافقین دونوں کی احادیث صداقت اور وثوق میں برابر ہیں اور جھگڑے اور لڑائی علت کسی کے لئے باعث جرح نہیں ہے پس سب سے محبت رکھنی چاہیے کہ ان کی دوستی پیغمبر کی دوستی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "جس نے ان سے محبت رکھی تو میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت رکھی اور ان کی دشمنی اور بغض سے پرہیز رکھنا چاہیے کہ ان کا بغض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس نے ان سے بغض رکھا تو میرے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا۔"

۱۔ بخاری و مسلم شریف۔

۲۔ بخاری شریف بروایت ابو الدرداء و رضی اللہ عنہ۔

۳۔ ترمذی شریف۔

اور ان بزرگواروں کی تعظیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ہے اور ان کی عدم تعظیم میں رسول اللہ کی عدم تعظیم سب کی تعظیم و توقیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیبت کی وجہ سے کرنا چاہیئے مشیخ شبلی نے فرمایا ہے ”جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی تعظیم نہیں کرتا اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی ایمان نہیں ہے۔“

عقائد کی درستی کے بعد اعمال بجالانے سے بھی چارہ نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اسلام کی بنیاد چند چیزوں پر ہے۔ پہلے تو اس چیز کی شہادت دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے اور حضرت محمد اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں یعنی اس چیز پر ایمان و اعتقاد ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ سے ثبوت کو پہنچا ہے۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ دوسرا پانچ نمازوں کا ادا کرنا جو دین کا ستون ہے۔ تیسرا مال کی زکوٰۃ ادا کرنا۔ چوتھا رمضان المبارک کے روزے رکھنا۔ پانچواں بیت اللہ شریف کا حج کرنا۔

پس اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کے بعد نماز بہترین عبادت ہے۔ یہ ایمان کی طرح حسن لذاتہ ہے۔ برخلاف دوسری عبادات کے کہ ان کا حسن ذاتی نہیں ہے مطلقاً ہر کام کے بعد جیسا کہ شریعت کی کتابوں میں بیان کیا گیا ہے اس کو اچھی طرح سے ادا کیا جائے اور اس میں سستی نہ کی جائے اور قراءت و رکوع و سجود و قومہ و جلسہ اور باقی سارے ارکان میں احتیاط چاہیئے کہ پورے کمال کے ساتھ ادا ہوں اور رکوع و سجود و قومہ و جلسہ میں سکون و طہانیت لازم جانا چاہیئے اور نماز سستی سے نہ گزاریں۔ اور نماز ادا وقت میں ادا کریں۔ اور تجاہل و تکاسل سے تاخیر کو بالکل راہ نہ دیں۔ مقبول بندہ وہی ہے جو فی سبیل اللہ کا غم ملتے، اس کی تعمیل کرے کیونکہ حکم کی تعمیل میں تاخیر کرنا سرکشی اور سوء ادبی ہے اور فقہ کی کتابیں جو فارسی میں لکھی ہوئی ہیں مثلاً ترجمہ غیب الصلوٰۃ و تیسیر الاحکام اور ان جیسی کتابوں کو چلے جائے کہ ہر وقت اپنے پاس رکھیں اور مسائل شرعیہ کو ان سے اخذ کریں اور ان کے مطابق عمل کریں۔

کتاب گلستان اور اس جیسی کتابیں فقہ کی کتابوں کے مقابلہ میں فضولی میں داخل ہیں بلکہ ضروری امر کی نسبت بالکل بے فائدہ ہیں۔ جن چیزوں کی دین میں ضرورت ہے ان کو لازم سمجھیں اور ان کے سوا دوسری چیزوں کی طرف توجہ نہ کریں۔ نماز تہجد بھی گویا اس راہ کی ضروریات سے ہے کوشش کریں کہ بے ضرورت ترک نہ ہو۔ اور اگر ابتداء میں یہ بات مشکل ہو اور اس وقت بیداری میسر نہ ہو تو اپنے خدمت گاروں کو اس کام کے لئے متعین کر دیں کہ اس وقت آپ کو خواہ آپ چاہیں یا

نہ چاہیں بیدار رہیں اور اس وقت تک نہ چھوڑیں جب تک کہ آپ بیدار نہ ہو جائیں۔ چند روز کے بعد بیداری کی عادت ہو جائے گی اور تکلف کی ضرورت نہ رہے گی۔

جو آدمی آخر شب میں بیدار ہونا چاہے اسے چاہیے کہ اول شب میں نماز عشاء کے بعد فوراً سو جائے اور بے فائدہ امور میں بیدار نہ رہے۔ اور استغفار و توبہ و التماس و تضرع و تذکرہ معاصی و غنوب اور اپنے عیوب و نقائص کا تفکر اور عذابِ اخروی کا خوف اور دائمی عذاب کے ڈر کو اس وقت میں غنیمت سمجھیں اور اللہ تعالیٰ سے بخشش اور عفو کی درخواست کریں اور یہ کلمہ استغفار سو بار دل کی پوری توجہ کے ساتھ زبان پر لائیں۔

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَالْوَبُّ الْیَسْبُ
میں اس اللہ سے بخشش مانگتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ زندہ اور قائم ہے اور میں اس کی طرف توبہ کرتا ہوں۔

اور نماز عصر کے بعد بھی اس کلمہ استغفار کو سو بار پڑھیں اور خواہ طہارت ہو یا نہ ہو اس کلمہ استغفار کا ورد ترک نہ کریں۔ حدیث میں آیا ہے۔ مبارک ہے وہ آدمی جس کے نامہ اعمال میں استغفار زیادہ پایا جائے۔

اور چاشت کی نماز بھی اگر ادا کی جائے تو یہ بہت بڑی دولت ہے کوشش کریں کہ کم از کم دو رکعت ہمیشہ چاشت کی نماز ادا ہوتی جائے اور نماز چاشت کی زیادہ سے زیادہ رکعتیں نماز تہجد کی طرح بارہ رکعات ہیں۔ اور وقت و حال کے مطابق جتنی بھی ادا ہو جائیں غنیمت ہیں اور کوشش کریں کہ ہر فرض نماز کے بعد آیتہ الکرسی پڑھی جائے کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ جو آدمی ہر فرض نماز کے بعد آیتہ الکرسی پڑھے اس کو جنت میں داخل ہونے سے روکے گا اور کوئی چیز نہیں روک سکتی اور پنجگانہ نمازوں سے ہر فرض نماز کے بعد تینیس مرتبہ کلمہ تفسیرہ سُبْحَانَ اللّٰهِ کہیں اور تینیس بار کلمہ تہجد اَلْحَمْدُ لِلّٰہ اور تینیس بار کلمہ تکبیر اللّٰہُ اَکْبَرُ کہیں اور ایک بار یہ کلمہ پڑھیں

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِیکَ لَهُ لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیتُ وَ

ہماری شریف میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام عشاء سے قبل سو نا اور عشاء کے بعد باتیں کرنا ناپسند جاتے تھے قسطلانی فرماتے ہیں کہ دیکھ کر بہتری کے لئے جو گفتگو ہو وہ مکروہ نہیں جسے علمی گفتگو صالحین کی حکایات، مہمان اور عیوی سے انفس یا گناہیں

ابن ماجہ بروایت عبد اللہ بن بسر رضی اللہ عنہ۔

نسائی۔ طبرانی۔ دارقطنی۔ ۱۴۰۔

هُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔

اور ہر دن اور ہر رات میں سو بار سُبْحَانَ اللہ و بِحَمْدِہ کہیں کہ اس کا بہت بڑا ثواب ہے اور صبح کے وقت ایک بار یہ کہیں۔

اللّٰهُمَّ مَا أَصْبَحَ فِيهِ مِنْ نِعْمَةٍ أَوْ بِأَحَدٍ مِنْ خَلْقِكَ فَمِنْكَ فَحَدَّثَ لَا شَرِيكَ لَكَ فَذَلِكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الشُّكْرُ اسے اللہ مجھے جو بھی نعمت ملی ہے یا تیری مخلوق کو ملی ہے سو تجھ اکیلے کی طرف سے ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔ سو تیری ہی تعریف ہے اور تیرا ہی شکر ہے۔

اور شام کے وقت اللّٰهُمَّ مَا أَصْبَحَ کی جگہ مَا أَصْنَى کہیں اور پوری دعا پڑھیں اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں آیا ہے کہ جو آدمی اس دعا کو صبح کے وقت پڑھے اس نے اس دن کا شکر ادا کیا اور جس نے رات کے وقت پڑھا اس نے رات کا شکر ادا کیا اور اس ورد کے بے وضو شرط نہیں ہے بلکہ دن رات اور اذ کو تمام اوقات میں بجالائیں اور مال کی زکوٰۃ کی ادائیگی بھی ضروریات دین میں سے ہے۔ اس کو غبت اور منت سے مصارف زکوٰۃ میں پہنچائیں۔ جب منعم حقیقی جمل سلطانہ اپنے عطیہ و انعام سے خود فرمائیں کہ چالیس حصوں میں سے ایک حصہ فقراء و مساکین کو دے دیں اور میں اس کے معاوضہ میں تم کو اجر جنہیل اور جزائے جمیل عطا کروں گا۔ کوئی بڑا ہی بے انصاف ہو گا بلکہ سرکش ہو گا کہ اس حقیر حصہ کی ادائیگی میں بھی توقف کرے اور اس کے دینے میں بخل کرے۔

اس قسم کا توقف جو امر شرعیہ کی تعمیل میں وجود میں آئے۔ ان کا تشادل کی بیماری ہے اور آسمان سے نازل شدہ احکام پر ایمان نہیں ہے۔ صرف کلمہ شہادت پڑھ لینا ہی کافی نہیں ہے منافق بھی یہ کلمہ پڑھتے تھے۔ دل کے یقین کی علامت اور امر شرعیہ کی ادائیگی ہے۔ خوشی اور رغبت سے اگر ایک دھڑکی ادائے زکوٰۃ کی نیت سے کسی فقیر کو دے دیں تو وہ ایسے کئی لاکھ روپیہ خرچ کرنے سے بہتر ہے جو اس نیت کے بغیر دیا جائے کیونکہ وہ ادائے فرمن ہے اور یہ ادائے نفل ہے اور ادائے فرمن کو ادائے نفل کی نسبت کچھ اعتبار شمار نہیں ہے۔ کاش کہ وہ دریائے محیط کے مقابلہ میں ایک قطرہ کا حکم ہی رکھتا۔

شیطان مردود کی آرائش میں سے یہ بھی ہے کہ وہ آدمیوں کو فرمن سے روک کر نوافل میں مشغول کرتا ہے اور زکوٰۃ سے روک دیتا ہے اور رمضان شریف کے روزے بھی اسلام کے واجبات میں سے ہیں اور دین کی ضروریات سے ان کی ادائیگی میں بھی اہتمام کرنا چاہیئے۔ اور ناکارہ عذروں سے روزہ نہیں چھوڑنا چاہیئے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے روزہ آتش دوزخ سے ڈھال ہے

اور اگر ضروری رکاوٹ کی وجہ سے مثلاً مرض وغیرہ سے روزہ قضا ہو جائے تو بلا تاخیر اس کی قضا دے دینی چاہیئے اور سستی اور کاہلی سے تاخیر نہ کرنا چاہیئے۔

یہ آدمی غلام ہے۔ خود مختار نہیں ہے۔ اس کا کوئی مالک ہے اور اسے خدا تعالیٰ کے ادا مرد نواہی کے مطابق زندگی گزارنے سے چارہ نہیں ہے۔ تاکہ نجات کی امید متصور ہو اور اگر ایسا نہ کرے گا تو وہ سرکش بندہ ہے کہ جس کی سزا طرح طرح کے عذاب ہیں اور اسلام کا پانچواں رکن بیت الحرام کا حج ہے اور اس کی کچھ شرطیں ہیں جن کو کتب فقہ میں بیان کیا گیا ہے۔ شرطیں پوری ہو جانے کے بعد اس کی ادائیگی بھی ضروری ہے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حج اپنے سے پہلے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

اور شرعی حرام حلال میں بہت احتیاط کرنی چاہیئے جس چیز سے بھی صاحب شریعت علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام نے منع فرمایا ہے اپنے آپ کو اس سے بچائے اور اگر سامتی مطلوب ہے تو حدود شرعی کی حفاظت کرنی چاہیئے۔ خواب خرگوش کب تک رہے گی اور غفلت کی ردی کاٹوں میں کب تک پڑی رہے گی۔ آخر کار جگائیں گے اور غفلت کی ردی باہر نکالیں گے اس وقت سوائے لذت و حسرت کے اور کچھ نصیب نہ ہوگا اور سوائے شرمندگی اور نقصان کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ موت قریب ہے اور آخرت کے گونا گوں عذاب تیار اور آمادہ ہیں۔

مَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِيَامَتُهُ۔ (جو آدمی مر گیا اس کی قیامت قائم ہو گئی)

اس سے پہلے بیدار ہو جائیں جب وہ بیدار کریں گے تو کچھ فائدہ نہ ہوگا اور شریعت کے ادا مرد نواہی کے مطابق کام کریں اور اپنے آپ کو آخرت کے طرح طرح کے عذابوں سے ڈرائیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَامُوا تَوَكَّدُوا
النَّاسُ وَالْحِجَابُ

بچاؤ جس کا ایندھن بندے اور پتھر ہیں۔

عقائد کی درستی اور شریعت حقہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے مطابق اعمال صالحہ کی ادائیگی کے بعد اپنے اوقات کو التذلل شانہ کے ذکر سے آباد رکھیں اور اس کی یاد سے غافل نہ رہیں۔ ظاہر کو اگر غفلت سے مشغول رکھیں تو باطن کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ رکھنا چاہیئے اور اس کی یاد سے لذت حاصل کرنا چاہیئے۔

یہ دولت ہمارے خواجگان قدس اللہ اسرارہم کے طریقہ میں بتدی کو پہلے ہی قدم پر شیخ کامل مکمل کی صحبت میں خدا تعالیٰ کی عنایت سے پیسرا آجاتی ہے۔ شاید آپ کو بھی اس کا یقین ہو چکا ہو گا بلکہ کچھ حصہ بھی نصیب ہوا ہو گا۔ اگرچہ تھوڑا ہی ہو جو کچھ ہاتھ آجائے اسے ناز سے رکھیں اور اس کا شکر ادا کریں اور زیادہ کی امید رکھیں۔ اور چونکہ طریقہ حضرات نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم میں ابتدا ہی میں انتہا کا اندراج ہے۔ اگر اس طریقہ میں تھوڑا بھی ملا ہو تو وہ بہت ہے کہ وہ ابتدا میں انتہا سے خبردار ہے۔

لیکن بتدی کو چاہیے کہ اسے جتنا بھی زیادہ ہاتھ آجائے اس کی نگاہ میں تھوڑا معلوم ہو۔ لیکن اسے شکر سے فارغ نہ ہو۔ اس کا شکر بھی ادا کرے اور زیادہ کا طلب گار بھی ہو۔ ذکر قلبی سے اصلی مقصود خدا تعالیٰ کے سوا کی گرفتاری سے آزاد ہونا ہے کہ دل کی بیماری اسی کا نام ہے اور جب تک رانی حاصل نہ ہو ایمان کی حقیقت نصیب نہیں ہوتی۔ اور شریعت کے اوامر و نواہی کی ادائیگی میں سہولت اور آسانی پیدا نہیں ہوتی۔

ذکر گو ذکر تا ترا جان است

بیت۔

پاک دل ز ذکر رحمان است

کھانا کھانے میں چاہیے کہ نفس کی لذت مطلوب نہ ہو بلکہ عبادت کے لئے قوت و استطاعت حاصل کرنے کی نیت سے ہو۔ اور اگر ابتدا میں یہ نیت میسر نہ آ سکے تو تکلف سے اپنے آپ کو اس نیت پر لائیں اور التجا و زاری کریں کہ یہ نیت دستر ہو۔ اور اسی طرح لباس پہننے میں عبادت کے لئے اور نماز کی ادائیگی کے لئے زینت کی نیت ہو کہ قرآن مجید میں آیا ہے۔

خُذُوا زِينَتَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ

(ہر نماز کے لئے اپنی زینت کرو۔)

مسجد۔

نفیس لباس پہننے سے لوگوں کا دیکھا دامن مقصود نہ ہو کہ وہ منع ہے اور اسی طرح کوشش کریں کہ تمام افعال و حرکات و سکنات میں اپنے مولا عز و جل کی رضامندی منظور ہو اور شریعت حقہ کے مطابق عمل کیا جائے۔ اس وقت ظاہر و باطن دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کی یاد میں ہوں گے۔

مثلاً خواب (نہند) جو سراسر غفلت ہے۔ جب اطاعت کی ادائیگی میں سستی دور کرنے کی نیت سے

جب تک زندگی ہے ذکر کرتے جاؤ رضای کے ذکر سے دل پاک ہو جائے۔

ہو تو وہ نیند بھی اس نیت سے عین عبادت ہو جائے گی۔ جب تک وہ نیند میں رہے گا گویا کہ وہ عبادت میں ہے۔ کیونکہ وہ عبادت کی نیت سے سویا ہے۔ حدیث میں آیا ہے۔ علماء کی نیند عبادت ہے۔ اگرچہ میں جانتا ہوں کہ آج اس معنی کا حصول آپ سے مشکل ہے کہ رکاوٹوں کا ہجوم ہے۔ اور عادات و رسومات کا التزام ہے اور تنگ و ناموس منظور ہے۔ یہ سب چیزیں شریعت غراء کی ضد ہیں۔ کیونکہ شریعت تو رسوم و عادات کو مٹانے کے لئے آئی ہے اور تنگ و ناموس کو ختم کرنے کے لئے۔ کیونکہ یہ چیزیں نفسِ امارہ کی خواہش سے پیدا ہوتی ہیں۔

ہاں اگر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ذکرِ قلبی پر پیشگی کریں گی۔ اور بغیر سستی کے پنج وقت نماز با شرائط ادا کریں گی۔ اور شریعت کے حلال و حرام میں حتی المقدور احتیاط کریں گی تو ہو سکتا ہے کہ اس معنی کا کمال ظاہر ہو اور خود بخود رغب ہو جائیں اور اس قسم کی نصیحتیں لکھنے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اگرچہ ان نصائح کے مطابق عمل حاصل نہ ہو سکے تو اپنے قصور و نقص کا اعتراف تو حاصل ہو گا اور وہ بھی ایک دولت ہے۔

ہر کس کہ بیافت دوستے یافت عظیم
و آن کس کہ نیافت درد نیافت بس است

۱۵

اس سے خدا کی پناہ کہ نہ پائے اور اپنے نہ پانے سے زیر بار نہ ہو اور نہ کرے اور اپنے نہ کرنے پر پشیمان نہ ہو۔ شاید کوئی سرکش جاہل ایسا ہو جو غلامی کی رسی سے سر باہر لائے اور غلامی کی قید سے پاؤں کھینچے۔ اے ہمارے رب ہمیں اپنی جناب سے رحمت عنایت فرما اور ہمارے معاملہ میں بھلائی پیدا کر۔

اگرچہ وقت و سال اور زمان و مکان تقاضا اس بات کا نہ کرتے تھے کہ میں کچھ لکھوں لیکن جب آپ کا شوق اور کمال و درجہ کی رغبت دیکھی۔ تو اپنے آپ کو تکلف سے اس امر پر لایا کہ چند سطریں لکھوں اور ان کو کمال الدین حسین کے سپرد کیا۔ خداوند تعالیٰ اس کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

والسلام علی من اتبع الهدی

مکتوب نمبر ۱۸

سیادت پناہ میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا

(اس واسطے ہے تعلق اور طالبان حق کی صحبت کی ترغیب کے بیان میں)

تمام تعلقین الشرب العالمین کے لئے ہیں ہمیشہ اور ہر حال میں۔ ہر رنج اور راحت میں۔ آپ کا مکتوب گرامی اور ہدیہ جو سلیمان کے ہمراہ ارسال کیا تھا پہنچا۔ اللہ آپ کو جزائے غیر دے۔ آپ نے لکھا ہے کہ اس سفر کا مقصد بعض مقاصد کا حصول ہے جن کا حصول مشکل معلوم ہوتا ہے۔

آپ امیدوار ہیں یقیناً تنگی کے ساتھ آسانی ہے بے شک تنگی کے ساتھ آسانی ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ "ایک تنگی دو آسانیوں پر غالب نہیں آسکتی۔" اپنے حالات پر ابوال کے متعلق کیا لکھوں اور دوستوں کو کیا بے مزہ کروں۔ اس کے باوجود ہزار در ہزار شکر ہے کہ عین بلا میں عافیت ہے۔ پس پاک ہے وہ ذات جس نے دونوں ضدوں کو جمع کر دیا اور دو متنافی چیزوں کو ملا دیا۔ ایک دن فقیر قرآن مجید کی تلاوت کر رہا تھا کہ یہ آیت آئی۔

قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَنَحْوُكُمْ
وَأَنْتُمْ وَاجِبُهُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْشَوْا
إِلَىٰ تَرْفَتُهُمْ وَتَجَارَتُهُمْ تَخْشَوْنَ
كَسَادَهَا وَمَسَاكِينَ تَرْضَوْنََهَا الْحَبُّ
إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَإِلَىٰ سُلَيْمٍ وَجِهَادٍ
فِي سَبِيلِهِمْ فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا قَوْمِ
اللَّهُ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ
الْقَوْمُ الْفَاسِقِينَ۔

آپ کہیں اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور بیویاں اور قبیلہ اور وہ مال جس کو تم نے کمایا ہے۔ اور وہ تجارت جس کی کساد بازاری سے تم ڈرتے ہو اور وہ مکان جنہیں تم پسند کرتے ہو یہ چیزیں تمہیں اگر اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں تمہیں جہاد کرنے سے زیادہ پیاری ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ آجائے اور اللہ تعالیٰ فاسق قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

تو اس آیت کریمہ کو پڑھنے سے رونا طبیعت پر غالب آیا اور خوف پیدا ہوا۔ اسی حال میں اپنے حال کا مطالعہ کیا تو نظر آیا کہ ان چیزوں میں سے کسی کی گرفتاری میں نہیں ہوں اگر وہ تمام تلف و برباد ہو ہو جائیں تو شریعت کے ممنوع اور سے کام کو کبھی پسند نہ کروں اور ان امور کو شریعت کے احکام پر کبھی ترجیح نہ دوں۔

باقی مقصد یہ ہے کہ جب دوست ہمارے ساتھ خدا تعالیٰ کے لئے صحبت رکھتے ہیں تو ہمیں بھی چاہیے کہ ان کو ناز سے رکھیں اور ان کے ظاہر و باطن کے احوال سے خبردار رہیں۔ حدیث۔ "اے داؤد جب تو میرے طالب کو دیکھے تو اس کا خادم بن جا" مشہور ہے جتنی دوستوں پر پہلے توجہ رکھتے ہو اب اس سے زیادہ رکھو اور لاپرواہی اور غفل کو ہائز نہ رکھو۔ دوسری بات یہ ہے کہ اطلاع دین کہ اقربیت کا مکتوب سمجھ میں آیا یا نہیں؟ اگر آیا ہے تو بہتر ورنہ شک کے مقام متعین کر کے لکھیں زیادہ کیا لکھوں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے آپ کی سلامتی اور عافیت اور ثبات اور استقامت اور زیادہ توفیق اور اچھی عافیت کی دعا کرتا ہوں۔ والسلام۔

مکتوب نمبر ۱۹

سیادت پتہ میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا

رحمہ اور راحت اور نصرت اور مدد عرض ہر حال میں اللہ رب العالمین کی تعریفیں ہیں۔

حکیم جل سلطانہ کا کوئی فعل حکمت اور مصلحت سے خالی نہیں ہے۔ شاید اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس سے درستی کا ارادہ رکھتا ہو۔

عَسَىٰ اَنْ تَكُوْهُوَ اَشِيْئًا دُخُوْٓرًا
لَكُمْ وَعَلٰى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا دُخُوْ
مَلَكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا
تَعْلَمُوْنَ

قرب ہے کہ تم کسی چیز کو بُرا سمجھو اور وہ تمہارے لئے بہتر ہو اور قریب ہے کہ تم کسی چیز کو پسند کرو اور وہ تمہارے لئے بُری ہو اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

تو اللہ تعالیٰ کی آزمائش پر صبر کرو اور اس کی قضا پر راضی رہو اور اس کی عبادت پر ثابت قدم رہو اور اس کی نافرمانی سے بچو۔

اِنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَنْفُسَكُمْ اَجْعُوْنَ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

مَا اَصَابَكُمْ مِنْ مُّصِیْبَةٍ فَبِمَا
كَسَبْتُمْ اَیْدِيَكُمْ وِیَعْفُوْا عَنْ
کَثِیْرٍ

تمہیں جو بھی مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہارے ہاتھوں کی کمائی ہے۔ اور وہ بہت سی باتیں معاف کر دیتا ہے۔

سوال اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف توبہ کرو اور اپنے ہاتھوں سے کئے ہوئے اعمال سے اپنے رب کے حضور بخشش مانگو اور اللہ تعالیٰ سے معافی اور عافیت کا سوال کرو یقیناً اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا ہے معاف کرنے کو پسند کرتا ہے۔ سو جتنا ہو سکے بلا سے بچو کہ طاقت سے زیادہ بوجھ سے فرار نبیاً علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت سے ہے اور ہم عین بلا میں عافیت سے ہیں۔ سوال اللہ سبحانہ کے لئے حمد اور احسان ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَعَلَىٰ سَائِرِ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَىٰ وَالْتَّوْبَةُ مُتَابَعَةُ الْمُصْطَفَىٰ عَلَيْهِ وَاللَّهُ الصَّلَوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ الْعَلَىٰ

مکتوب نمبر ۲

مولانا ابوالفتح کی طرف، جلدی ہمت اور تمام چیزوں کے وصول

کو اپنے پیر کی طرف سے جاننے کے متعلق صادر فرمایا۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ

میرے بھائی شیخ امان اللہ کا مکتوب وصول ہوا اپنے احوال و مواجیر کے متعلق جو لکھا تھا ابھی طرح واضح ہوا۔

آپ کے متعلق اس سے زیادہ کی توقع ہے جو کچھ عطا فرمائیں اس کو ادب سے احسان سمجھ کر قبول کریں اور تضرع و زاری و التجا و انکساری سے

هَذَا مِنْ مَّزِيدٍ (کیا کچھ اور بھی ہے)

کہتے ہوئے زیادتی کی طلب اور بلند مقام کا سوال کرنا چاہیے اور شریعت کے احکام کی ادائیگی میں ابھی طرح رعایت کریں کہ استقامت احوال کی صداقت شریعت پر ہے۔

اس واقعہ (کشف) کی تعبیر جو آپ نے عالم مشال کے متعلق لکھا تھا۔ صواب کے قریب ہے اور حقیقتہ الامر اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔ چونکہ آنحضرت میں زیادہ رہے ہیں۔ تو بعد اللہ آپ کی نظر بہت بلند واقع ہوئی ہے۔ اخروٹ اور منقہ سے بچوں کی طرح احمق نہیں بن جاتے ہو۔ اللہ تعالیٰ عالی ہمت لوگوں کو پسند کرتا ہے۔

اور حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی تربیت کا واقعہ جو آپ نے بھائی حافظ

مہدی علی کے متعلق لکھا تھا۔ ہاں حافظ ہمارے طریقہ سے بہت مناسبت رکھتا ہے۔ لیکن یہ سمجھ لینا چاہیے کہ دولت اگرچہ ظاہری صورت میں کسی جگہ سے بھی پہنچے حقیقت میں اسے اپنے شیخ کی طرف سے سمجھنا چاہیے تاکہ قبلہ پر گندہ نہ ہو اور کارخانہ میں نخل نہ ڈالے جس جگہ سے بھی پہنچے اسے اپنے پیر کی طرف سے سمجھے کہ وہ جامع ہے۔ جس صورت سے بھی اس کی تربیت ظہور پائے وہ فی الحقیقت اسی کی طرف سے ہے اور یہ مقام طالبوں کے قدم پھسلنے کا ہے۔ اس سے واقف ہونا چاہیے تاکہ مرود و من راہ نہ پاسکے اور پر گندہ نہ کرے۔ یہ تو آپ نے سنا ہو گا کہ جو ایک جگہ ہے وہ ہر جگہ ہے اور جو ہر جگہ ہے وہ کسی جگہ بھی نہیں ہے۔ حافظ کو دعا پہنچا دیں۔ والسلام

مکتوب نمبر ۲۱

میر محمد عثمان کی طرف صادر فرمایا

ان کے سوالات کے جواب میں کوئٹہ سے خدا تعالیٰ مراد ہیں اور راز کی غیبت اور اشد تعالیٰ جل سلطانہ و عم احسانہ کی اپنی ذات کے ساتھ کیفیت کے بیان میں۔

الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

آپ نے پوچھا تھا کہ جب اشیاء ظلی اپنی ماہیت کے ساتھ اشیاء نہیں ہیں بلکہ اپنے اصل کی ماہیت کے ساتھ قائم ہیں تو پھر چاہیے کہ اشیاء کا مشار الیہ لفظ ھُو۔ اَنْتَ اور اَنَا سے وہی اصل مراد ہو۔ تو اس وقت بعض ایسی صفات کا اثبات جو اس اصل سے مناسبت نہیں رکھتا۔ ان ضمیموں پر کس طرح صادق آئے گا۔ مثلاً میں کھانے والا ہوں۔ میں سونے والا ہوں وغیرہ وغیرہ؟

جاننا چاہیے کہ فی الحقیقت ظل اگرچہ اپنے اصل کے ساتھ قائم ہے لیکن اس کی ظلیت کا ثبوت اگرچہ مرتبہ جس درجہ میں ہے ہمیشہ اپنی جگہ قائم ہے اور اس کی ظلیت کے احکام کے لئے دوام اور بقا ہے۔

وَصَلُّوْا عَلٰی سَلَامٍ (تم ہمیشہ کے لئے پیدا کئے گئے ہو)

اس کا گواہ ہے اور ان ناما سب صفات کا ان نمائندہ ہر اطلاق باعتبار ظلیت جائز ہے اور وجود کے ہر مرتبہ کا حکم جدا ہے اور جو خدا میں گم ہے وہ خدا نہیں ہے۔

اور پھر آپ نے اس حدیث قدسی کا معنی پوچھا ہے جو زیادہ کرام کے فضائل میں وارد ہوئی ہے الفاظ کے معانی تو ظاہر ہیں اور خداوند تعالیٰ کے فضل و کرم سے کیا بعید ہے کہ کچھ لوگوں کو فضائل و خصائص و کمالات سے مخصوص کر لیں اور درجات و مراتب عطا فرمائیں کہ دوسرے ان پر رشک کریں۔ اور ان کا حساب نہ ہونے میں جو آپ کو تردد ہے۔ اس تردد کی گنجائش نہیں ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے بہت سے لوگ بے حساب و کتاب جنت میں جائیں گے۔

اور ان میں سے وہ بھی ہے جو صحیح حدیث میں آیا ہے کہ ستر ہزار آدمی بغیر حساب کتاب کے میری امت میں سے جنت میں جائیں گے تو صحابہ نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

الَّذِينَ لَا يَكْتُمُونَ ذُنُوبَهُمْ وَلَا يَسْتَوُونَ (وہ جو دغا نہیں لگواتے اور دم نہیں کراتے اور اپنے
وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ۔ رب پر توکل رکھتے ہیں۔)

اس مقام میں ایک بہت بڑا راز ہے جس کا اظہار معلومت سے دور ہے اور اکثر لوگوں کی سمجھ سے بالاتر ہے اگر کبھی ملاقات کی فرصت ہوئی تو یاد کروادینا اس کو کچھ تصور اسٹا بال شافہ بیان کر دوں گا۔ اس ستر کی طرف کچھ اشارہ مکتوبات جلد ثانی کے کسی مکتوب میں درج ہو چکا ہے اگر وہ کتاب آپ پالیں تو شاید اس راز کو بھی پالیں۔

اور آپ نے پوچھا تھا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا علم اپنی ذات کو محیط ہے یا نہیں؟ اگر محیط ہے۔ تو تنہا ہی لازم آئے گی۔

جان لیں کہ علم دو قسم ہے حصولی اور حضور می۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کی کنہ کے لئے علم حصولی کا متعلق ہونا محال ہے کیونکہ یہ اساطیر اور تنہا ہی کو مستلزم ہے لیکن یہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم حضور می اس کی کنہ سے متعلق ہو اور تنہا ہی بھی لازم نہ آئے۔ والسلام۔

مکتوب نمبر ۲۲

مقام مقصود علی تہریزی کی طرف صادر فرمایا

(اس بیان میں کوششوں کی مجاہد سے مراد ان کا خیر باطن اور بڑا اعتقاد ہی ہے ذکر ان کا نفس العین ہونا)

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ

میرے شفقت آثار مخدوم! معلوم نہ ہو سکا کہ تفسیر حسینی بھیجنے کا کیا مقصد تھا۔ صاحب تفسیر تو آیت کریمہ سے تفسیر ائمہ مخفیہ کے موافق کرتے ہیں اور شرک کی نجاست سے ملاذ بحث باطن اور بد اعتقادی لیتے ہیں اور جو کچھ اس کے بعد کہا ہے کہ شرک لوگ نجاست سے پرہیز نہیں کرتے تو یہ بات آج اکثر اہل اسلام میں بھی موجود ہے اور اس لحاظ سے عام مومنوں اور کافروں میں فرق ناپید ہے۔ اگر نجاست سے پرہیز نہ کرنا کسی آدمی کی نجاست کا سبب ہو تو معاملہ تنگ ہو جائے گا۔ اور اسلام میں تنگی نہیں ہے۔

اور وہ جو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ شرک کتوں کی طرح نجس العین ہیں تو اس قسم کے الفاظ شاذ ہیں اور بہت سے اکابرین دین سے منقول ہیں اور یہ توجیہ اور تاویل پر محمول ہیں شرک نجس العین کس طرح ہو سکتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی کے گھر سے کھانا کھا لیا ہے اور ایک مشرک کے برتنوں سے وضو کیا ہے اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی ایک عیسائی عورت کے ٹکے سے وضو کیا ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ آیت کریمہ میں ہے کہ

إِنَّهَا لَشَرٌّ لَّكَ وَنَجَسٌ
سوائے اس کے نہیں کہ شرک نجس ہیں۔

اور ہو سکتا ہے کہ یہ آیت ان روایات سے بعد کی ہو اور ان کی ناسخ ہو یہ جواب تو ہو سکتا تھا لیکن اس جگہ صرف اتنا ہی کافی ہے کہ اس کا بعد میں ہونا ثابت کیا جائے تاکہ دعوائے نسخ میں صحت پیدا ہو۔ کیونکہ لغت تو منع سے باہر ہے۔ اور اگر اس کا متاخر ہونا تسلیم کر بھی لیا جائے تو پھر بھی چاہیے کہ یہ حرمت ثابت نہ ہو اور نجاست سے مراد اندرونی خجاست ہو۔ کیونکہ منقول ہے کہ کوئی پیغمبر بھی کسی ایسے امر کا مرتکب نہیں ہوا ہے جس کا انجام اس کی شریعت میں یا کسی دوسرے نبی کی شریعت میں حرام ہونے تک پہنچے اور بالآخر حرام ہو جائے اگرچہ وہ کام ارتکاب کے وقت مباح ہو۔ شراب جو پہلے مباح تھی آخر میں حرام ہو گئی۔ اور کسی بھی پیغمبر نے شراب نہیں پی ہے۔ اور اگر مشرکین کا انجام بالآخری ظاہری نجاست قرار پاتا اور وہ کتوں کی طرح نجس العین ہوتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو محبوب رب العالمین ہیں کبھی ان کے برتنوں کو ہاتھ نہ لگاتے چہ جائیکہ وہ ان کا کھانا اور پانی استعمال کرتے۔

اور پھر یہ بھی ہے کہ نجس العین ہر وقت نجس العین ہے اس میں اباحت، سابق یا لاحق کی گنجائش

نہ جیسا کہ کتب صحاح میں موجود ہے۔ مگر یہ واقعہ بھی سرش کی سمجھ کتوں میں موجود ہے۔

لکھنؤ نمبر ۱۱۲ اس باب میں اس واقعہ کا ذکر کیا ہے۔

نہیں ہے۔ اگر مشرک نجس العین ہوتے تو چاہیے تھا کہ ابتدا ہی سے ایسے ہوتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابتدا ہی سے ان کے ساتھ اندازہ سے وہی سلوک کرتے اور جب وہ نہیں ہے تو یہ جبر نہیں ہے۔

اور پھر یہ بھی ہے کہ دین میں تنگی نہیں ہے "اور یہ آپ کو بھی معلوم ہے کہ ان پر نجاست کا حکم لگانا اور ان کو نجس العین سمجھنا مسلمانوں پر کتنی تنگی ڈالنا ہے اور ان کو کس قدر محنت میں مبتلا کرنا ہے۔ ائمہ حنفیہ رضی اللہ عنہم کا احسان سمجھنا چاہیے کہ انہوں نے مسلمانوں کے لئے خلاصی کی صورت پیدا کی اور ارتکاب حرام سے بچایا۔ نہ کہ ان کو مطعون کریں اور ان کے ہنر کو عیب سمجھیں۔ اور مجتہد پر کیا اعتراض ہے کہ اس کی غلطی بھی ایک درجہ ثواب رکھتی ہے اور اگرچہ وہ خطا کر جائے پھر بھی اس کی تقلید بخیر۔ اس سبب ہے۔ وہ لوگ جو کافروں کے کھانے پانی کے حرام ہونے کے قائل ہیں یہ عادتاً مال ہے کہ وہ اپنے آپ کو اس کے ارتکاب سے محفوظ رکھ سکیں خصوصاً ہندوستان کے علاقہ میں کہ یہ مصیبت بہت زیادہ ہے اس مسئلہ میں جو عموم بلوئی رکھتا ہے بہتر یہ ہے کہ فتویٰ آسان اور سہل کام پر دیا جائے اگرچہ اپنے مذہب کے موافق نہ ہو۔ خواہ کسی مجتہد کے قول پر ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

يُؤَيِّدُ اللّٰهُ بِكُمْ الْبَيْتَ لَا تُقِيَ الْبَيْتَ بِكُمْ لِيُكَلِّمَ اللّٰهُ بَارِكُ اسْمَ آسَاقِي پاجتے ہیں تنگی دینا مشرک نہیں۔ اور ان کے مال نے یہ بھی فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ

يُؤَيِّدُ اللّٰهُ الْبَيْتَ بِكُمْ لِيُكَلِّمَ اللّٰهُ بَارِكُ اسْمَ آسَاقِي پاجتے ہیں اور اس کو مرد پیدا کیا ہے مخلوق کو تنگ کرنا اور ان کو ناراض کرنا حرام ہے اور خدا تعالیٰ کی مرضی کے برخلاف ہے شافعیہ بعض مسائل میں جن میں امام شافعی نے تنگی پیدا کی ہے حنفی مذہب کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں اور لوگوں کو آسانی مہیا کرتے ہیں۔ مثلاً مزار ذکوۃ میں امام شافعی زکوۃ کو مصارف زکوۃ کی تمام اقسام پر تقسیم کیا ہے کہ ان میں سے ایک موافقہ القلوب بھی ہیں جو اس وقت میں منظور ہیں علماء شافعیہ نے حنفی مذہب کے مطابق فتویٰ دیا ہے کہ ان اقسام میں اگر کسی ایک کو نبی زکوۃ سے دے تو کافی ہے۔ اور پھر یہ بھی ہے کہ مشرک اگر نجس العین ہوتے تو چاہیے تھا کہ ایسا لانے کے بعد بھی پاک نہ ہوتے پس معلوم ہوا کہ ان کی نجاست بداعتقاد ہی ہے جو زائل ہو سکتی ہے اور صرف باطن تک محدود ہے جو کہ اس عیب سے کامل ہے اور اندر زنی نجاست بیرون طہارت سے معاصر نہیں رکھتی جیسا کہ ہر کہ وہ کو معلوم ہے اور یہ کلام اِنَّمَا الشُّرُكُ كُوْنٌ فَجَسْرٌ

مشرکوں کے حال کی خبر ہے جو ناسمجیت اور فسوقیت سے کوئی تعلق نہیں رکھتی کیونکہ نسخ شریعت کے احکام میں ہوتا ہے۔ نہ کسی چیز کی خبریں۔ پس چاہیے کہ مشرک ہر وقت نجس ہوں اور نجاست سے مراد جبٹ اعتقاد ہے تاکہ دلائل متعارض نہ ہوں اور ان کو چھو ناکسی وقت بھی ممنوع نہ ہو جس دن اس فقیر نے اس بحث میں یہ آیت کریمہ پڑھی تھی۔

وَلَكُمْ فِيهَا حَظٌّ مِّمَّا يَخْلُقُ (اور اہل کتاب کا کھانا تم پر حلال ہے)
حَدَّثَنَا كُنْهٌ۔

تو اس کے بالمقابل تم نے کہا تھا کہ اس بگ طعام سے مراد گندم چنے اور مسور وغیرہ ہیں اگر اس توجیہ کو اہل عرف پسند کریں تو کیا مضائقہ ہے۔ لیکن انصاف درکار ہے۔

اس تکلیف اور اس طول کلامی کا اصلی مقصد یہی ہے کہ خلقت پر رحم کریں

کہ اس سے کوئی چارہ نہیں گریز نہیں ہے نجس نہ جانیں اور مسلمانوں کے کھانے پینے سے متوہم نجاست کے باعث پرہیز نہ کریں اور اس سبب سے تمام سے پرہیز نہ کریں اور اس کو احتیاط نہ سمجھیں کہ احتیاط اس احتیاط کے ترک کرنے میں ہے۔ زیادہ کیا تکلیف دوں۔

اند کے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم
کہ دل آرزو شویٰ تر نہ سخن بسیار است

والسلام۔

مکتوب نمبر ۲۲

خواجہ ابوالہجیم قہرمانی کی طرف صادر فرمایا

اس بیان میں کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا، مہم السلطۃ والسلام کے ذریعہ اپنی قزاق اور سفارت اور تہذیب کو پسند فرمایا اور تہذیب و اعمال کی خبر دی ہے جس میں قتل کو کوئی دخل نہیں ہے۔

تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے ہم پر احسان کیا اور ہمیں اسلام کی راہنمائی کی اور ہمیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے بنایا۔

نہ میں نے جوئے تعویذ اس دل کا نظم بیان کیا ہے اور نہ تاہوں کہ تو دل آرزو ہر بات کا در نہ باتیں تو بہیں ہیں۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات تمام جہانوں کے لئے رحمت ہیں کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ان بزرگواروں کی بعثت کے ذریعہ اپنی ذات اور صفات کی ہم ناقص عقل اور ناقص فہم لوگوں کو خبر دی ہے اور ہمارے چھوٹے سے ذہن کے مطابق اپنی ذاتی و صفاتی کمال پر اطلاع بخشی ہے اور اپنے پسندیدہ اور ناپسندیدہ کاموں کو الگ الگ کر دیا ہے۔ اور ہمارے دنیوی اور اخروی منافع اور مضار کو جدا فرمایا ہے۔ اگر ان کے بزرگ وجود کا وسیلہ نہ ہوتا تو بشری عقول خدا تعالیٰ کے اثبات میں ناقص اور قاصر ہوتیں۔ قدیم فلاسفہ جو اپنے آپ کو اکابر اہل عقول سمجھتے تھے خدا تعالیٰ کے منکر تھے۔ اور اپنے عقل کی کمی کی وجہ سے چیزوں کو زمانہ کی طرف منسوب کرتے تھے۔ اور مرد و کچھ جگہ ان کو ساری زمین کا بادشاہ تھا حضرت خلیل علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے کے اثبات میں مشہور ہے اور قرآن مجید میں بھی مذکور ہے اور فرعون بے سامان بھی کہا کرتا تھا۔

لَکِنَّا أَتَّخَذْتَ إِلَٰهًا غَيْرِي لَجَجَعَلَكَذَا (اگر تو نے میرے سوا کسی اور کو خدا بنایا تو میں تجھے مِنَ الْمَسْجُورِينَ) قید کروں گا۔

اور اس بے دولت نے ہمان سے یہ بھی کہا تھا۔

يَا هَامَانَ ابْنِي فَاصْرُخْ لِعَلِّيْ اَنْذَعُ
الْاَسْبَابَ اَسْبَابَ السَّمَوَاتِ فَاطْلَعُ
إِلَى إِلَٰهٍ مُّوسَى وَإِلَى لَحَدُّهُ كَاذِبًا

مختصر یہ کہ عقل اس دولت عظمیٰ کے اثبات میں قاصر ہے اور ان بزرگوں کی ہدایت کے بغیر اس دولت سرانگ راہ نہیں پاسکتی اور جب نوا تر سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کی دعوت ان لوگوں کو خداوند تعالیٰ زمین و آسمان کے خالق کے متعلق پہنچی اور ان بزرگواروں کا کلمہ بلند ہوا تو ہر زمانہ کے بیوقوف لوگ جو صانع کے وجود میں تردد رکھتے تھے اپنی قباحت پر مطلع ہوئے۔ اور بے اختیار وجود صانع کے قائل ہوئے اور چیزوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنے لگے۔

یہ وہ نور ہے جو انبیاء کے انوار سے حاصل ہوا ہے اور یہ وہ دولت ہے جو انبیاء کے دستِ نور سے ملی ہے ان پر قیامت تک بلکہ ہمیشہ ہمیشہ تک صلوٰۃ و سلام ہو اور اسی طرح وہ تمام سنی ہونی باتیں جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کی تبلیغ کے ذریعہ ہم تک پہنچی ہیں۔ مثلاً خداوند تعالیٰ کی صفات کمال اور انبیاء کی بعثت اور ملائکہ کی عصمت علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات والتجلیات والبرکات اور حشر و نشر اور بہشت اور اس کی نعمتوں اور دوزخ اور اس کے عذابوں کا دائمی وجود اور ان جیسی

اور بھی چیزیں جن کو شریعت نے بیان کیا ہے عقل ان کے ادراک میں قاصر ہے اور ان بزرگوں سے سنے بغیر ان کے اثبات میں ناقص اور غیر مستقل ہے

جس طرح عقل کا طریقہ حس کے طریقہ سے بالابہ کہ جس کا حس سے ادراک نہیں کیا جاسکتا۔ عقل اس کا ادراک کر لیتی ہے اور اسی طرح نبوت کا طریقہ عقل کے طریقہ سے بلند ہے کہ جو کچھ عقل کے طریقہ سے معلوم نہیں کیا جاسکتا وہ نبوت کے ذریعہ سے حاصل ہو سکتا ہے اور جو آدمی عقل سے بڑھ کر کوئی طریقہ معرفت کے اثبات کے لئے تسلیم نہیں کرتا وہ حقیقت میں نبوت کے طریقہ کا منکر ہے اور بد اہمت کا مقابلہ کرنے والا ہے۔ پس انبیاء کو تسلیم کرنے سے چارہ نہیں ہے تاکہ خدا تعالیٰ کے شکر یہ کی راہنمائی کریں جو کہ عقل سے بھی واجب ہے اور نعمتیں عطا کرنے والے خدا جل و علا کی تعظیم جو کہ علم اور عمل سے تعلق رکھتی ہے خدا تعالیٰ کی طرف سے معلوم کر کے ہم پر ظاہر کریں کیونکہ وہ تعظیم جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل نہ کی گئی ہو اس کے شکر یہ کے لائق نہیں ہے کیونکہ انسانی قوت اس کے ادراک میں عاجز ہے بلکہ بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ غیر تعظیم کو اس کی تعظیم سمجھتا ہے اور شکر سے جو میں چلا جاتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی تعظیم حاصل کرنے کا طریقہ صرف نبوت میں منحصر ہے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تبلیغ پر بس ہے اور اہام جو اولیاء کو ہوتا ہے وہ بھی نبوت کے انوار سے مقتبس ہے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کے فوئد و برکات سے ہے۔ اور اگر عقل اس معاملہ میں کفایت کرتی تو یونان کے فلاسفہ جنہوں نے اپنا رہنما عقل کو سمجھا مگر اسی کے بیابان میں نہ بھٹکتے پھرتے اور وہ خداوند تعالیٰ کو سب سے زیادہ پہچانتے۔ حالانکہ خداوند تعالیٰ کی ذات و صفات کے متعلق جاہل ترین آدمی وہی ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو بیکار و معطل سمجھا ہے اور ایک چیز کے سوا اور وہ بھی اضطرابی طور پر نہ کہ اختیار سے اور کسی چیز کو اس کی طرف منسوب نہیں کرتے انہوں نے عقل فعال اپنے پاس سے تراشی اور حوادث کو زمین و آسمان پیدا کرنے والے خدا سے چھڑا کر اس کی طرف منسوب کر دیا اور اثر کو موثر حقیقی جل شانہ سے روک کر اپنا پیدا کردہ سمجھتے ہیں۔

کیونکہ ان کے نزدیک معلول اثر علت قریبہ ہے علت بعیدہ کے لئے وہ معلول کے حصول میں تاثیر نہیں سمجھتے اور اپنی جہالت سے خدا تعالیٰ کی طرف ان چیزوں کی نسبت نہ کرنے کو اللہ تعالیٰ کا کمال تصور کرتے اور اس کو معطل کر دینے کو اس کی تعظیم سمجھتے ہیں حالانکہ خداوند تعالیٰ آسمانوں اور زمین کی پیدائش کے ساتھ اپنی تعریف بیان کرتا ہے۔ اور اپنے رب المشرق و رب المغرب ہونے سے

مدرج فرماتا ہے۔ اور ان بیوقوفوں کو اپنے فاسد خیال سے خدا تعالیٰ کی کوئی حاجت نہیں ہے اور خدا تعالیٰ کے سامنے سر نیاز خم نہیں کرتے۔

پس ان کو چاہیے کہ اپنی مجبوری اور حاجت کے قریب اپنی عقل فعال کی طرف رجوع کریں اور چونکہ وہ بھی ان کے خیال کے مطابق مجبور ہے نہ کہ مختار تو اپنی حاجتیں اس سے چاہنا بھی غیر معقول ہی ہے۔

إِنَّ الْكَافِرِينَ لَمَوْلىٰ لَهُمْ (کافروں کا کوئی مولا نہیں ہے)

عقل فعال کیا ہے جو اشیاء کو سرانجام دے سکے اور حوادث کو اس کی طرف منسوب کریں خود اس کے اپنے وجود و ثبوت میں ہزاروں اعتراض ہیں کیونکہ اس کا اپنا تحقق و حصول فلاسفہ کے طمع شدہ مقدمات پر مبنی ہے جو قواعد حقہ اسلامیہ کی رو سے ناتمام و نافرمام ہیں۔

کوئی بیوقوف ہی ہو گا جو چیزوں کو قادر مختار جل شانہ سے روک کر ایسے موهوم امر کی طرف منسوب کرے بلکہ اشیاء کو خود ہزاروں ننگ و عار میں کہ فلسفی کے تراشیدہ کی طرف منسوب ہوں۔ بلکہ اشیاء اپنے فنا ہو جانے پر راضی اور خوش ہیں اور اپنے ہونے کی طرف ان کا کوئی میلان نہیں ہے اس سے کہ ان کے وجود کو فلاسفہ کے تراشیدہ کی طرف منسوب کریں اور قادر مختار جل سلطانہ کی قدرت کی طرف منسوب ہونے کی سعادت سے محروم ہوں۔

كَذَّبَتْ كَلِمَةً فَخَوْجٌ مِنْ أَفْوَاهٍ ۖ هَدَّيْهُمْ
إِنْ يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا۔ بہت بڑی بات ہے جو ان کے موهوم سے نکلتی ہے وہ صرف جھوٹ کہتے ہیں۔

دارالخرپ کے کافر بہت پرست ہونے کے باوجود اس جماعت کی نسبت اچھی حالت میں ہیں جو ضیبت کے وقت اللہ تعالیٰ سے التجا کرتے ہیں اور اپنے تئوں کو اللہ تعالیٰ کے سامنے وسیلہ شفاعت بناتے ہیں اور پھر عجیب تر بات یہ ہے کہ کچھ لوگ ان بیوقوفوں کو حکماء کہتے ہیں اور حکمت کو ان سے منسوب کرتے ہیں۔ ان کے اکثر احکام خصوصاً النیات جو سب سے روشن مقصد ہے جھوٹے ہیں اور کتاب و سنت کے مخالف ہیں ان کو حکماء کہنا کہ ان کی قسمت میں سراسر جہل مرکب ہے کس لحاظ سے درست ہو سکتا ہے۔ مگر یہ سبیل حکم و استبزاء اگر کہا جائے اور یا پھر جیسے اندھے کو بصیر کہتے ہیں۔

اور ان بیوقوفوں کی ایک جماعت نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے طریقہ کے التزام کے بغیر صوفیہ اکیہ کی تقلید میں جو کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے متبعین میں سے تھے۔ ریاضت اور مجاہدہ کا طریق اختیار کیا ہے اور اپنے وقت کی صفائی پر مغرور ہوئے ہیں اور اپنے عوالب و خیال

پر اعتماد کرتے ہیں اور اپنے خیالی کشوف کو اپنا مقتدا سمجھتے ہیں

صَلُّوْا فَاَصْلَحُوْا (وہ خود بھی گمراہ ہوئے اوروں کو بھی گمراہ کیا)

ان کو یہ بھی معلوم نہیں کہ یہ صفائی نفس کی صفائی ہے جو گمراہی کی طرف راہ رکھتی ہے نہ کہ دل کی صفائی جو کہ ہدایت کا درجہ ہے کیونکہ دل کی صفائی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی متابعت سے وابستہ ہے اور تزکیہ نفس دل کی صفائی سے وابستہ ہے اور دل کی نفس پر حکومت ہے اور نفس جو دل کی کدورت کے باوجود کہ انوارِ قدم کے ظہور کا محل ہے اگر صفائی پیدا کرے تو اس کی مثال ایسی ہے کہ کہینہ دشمن جو کہ ابلیس مردود ہے کی تاخت و تاراج کرنے کے لئے چرخِ شرارت روشن کر دیا جائے۔

مختصر یہ کہ ریاضت و مجاہدہ کا طریقہ نظر و استدلال کی طرح اس وقت اعتماد و اعتبار پیدا کرتا ہے جبکہ وہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تصدیق کے ساتھ ملا ہوا ہو جو خداوند تعالیٰ کی طرف سے تبلیغ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی تائید سے موثر ہیں۔ ان بزرگواروں کا کارخانہ ملائکہ معصومین کے نزول کی وجہ سے دشمن عین کے کید و مکر سے محفوظ رہے۔

اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ (میرے بندوں پر تیرا کوئی غلبہ نہیں ہے)
سُلْطٰنٌ۔

ان کا حصہ ہے اور دوسروں کو یہ دولت نصیب نہیں ہوتی اور نہ انہیں دشمن عین کے دامِ ناتمام سے رہائی ملتی ہے۔ ماسوائے اس صورت کے کہ ان بزرگواروں کی متابعت کریں اور ان کے قدموں کے نشانات پر چلیں۔

بَيِّنَاتٌ

محال است سعدی کہ راہ صفا
تو ان رفت جز بر پئے مصطفیٰ

سبحان اللہ افلاطون جو فلاسفہ کا رئیس ہے حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کی دولت پاتا ہے اور اپنے آپ کو اپنی نازانی کی وجہ سے ان سے مستغنی سمجھتا ہے اور آنحضرت کا گردِ پا نہیں ہوتا اور برکاتِ نبوت سے حصہ نہیں لیتا اور جس کو اللہ تعالیٰ نور عطا نہ فرمائے اس کے لئے کوئی نور نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

۱۔ اے سعدی مصطفیٰ کی پیروی کے بغیر صفائی کی راہ پر چلنا محال ہے۔

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا
الْمُرْسَلِينَ إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُورُونَ
وَإِنْ جُنَدُنَا لَكُمُ الْغَالِبُونَ

اور یقیناً ہماری بات ہمارے پیغمبروں کے لئے
گزر چکی کہ وہی مدد دیئے جائیں گے اور یقیناً ہمارا
لشکر ہی غالب آنے والا ہے۔

عجیب معاملہ ہے کہ فلاسفہ کی عقول ناقصہ نبوت کے طریق کے برخلاف واقع ہوئی ہیں مبداء میں بھی اور معاد میں بھی اور ان کے احکام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے احکام کے خلاف ہیں نہ ان کا اللہ پر ایمان درست ہے اور نہ آخرت پر۔ عالم کے قدیم ہونے کے قائل ہیں۔ حالانکہ تمام مذاہب کا اس پر اجماع ہے کہ عالم اپنے تمام اجزاء کے ساتھ حادث ہے اور اسی طرح وہ آسمانوں کے پھٹنے اور ستاروں کے جھڑنے اور پہاڑوں کے ریزہ ریزہ ہونے اور سمندروں کے پھٹنے کے جتنی جو کہ قیامت کو واقع ہوں گے قائل نہیں ہیں۔ وہ اجسام کے حشر کے قائل نہیں ہیں اور قرآنی نصوص کا انکار کرتے ہیں۔

اور ان کے متاخرین جو اپنے آپ کو مسلمانوں کی جماعت سے سمجھتے ہیں اسی طرح وہ بھی فلاسفہ کے اصولوں پر ثابت قدم ہیں۔ اور آسمانوں اور ستاروں اور ان جیسی چیزوں کے قدیم ہونے کے قائل ہیں اور ان کا فیصلہ ہے کہ یہ چیزیں ہلاک نہیں ہوں گی۔ ان کی خوراک قرآنی نصوص کو جھٹلانا ہے اور ان کا رزق ضروریات دین کا انکار ہے۔ یہ عجیب قسم کے مومن ہیں۔ کہ خدا اور رسول پر ایمان لاتے ہیں لیکن جو کچھ خدا اور رسول نے فرمایا ہے اسے قبول نہیں کرتے۔ اس سے بڑھ کر بیوقوفی اور کیا ہوگی۔

فلسفہ چوں اکثرش باشد سفر پس کل آن

بیت۔

ہم سفر باشد کہ حکم کل حکم اکثر است

اس جماعت نے اپنی عمر کو علم کی (منطق) کے سیکھنے سکھانے میں صرف کر دیا جو کہ خطائے فکری سے بچانے والا ہے اور اس باب میں کئی موشگافیاں ہیں۔

اور جب اپنے اعلیٰ مقصد یعنی خداوند تعالیٰ کی ذات و صفات و افعال تک پہنچے تو اپنے حواس گم کر دیئے اور بچانے والا آگاہی سے چھوڑ دیا اور کئی ریونگیاں دکھائیں اور گمراہی کے بیابان میں پڑے رہے۔ ان کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی شخص کئی سال تک آلات جنگ کو تیار کرے اور لڑائی

کے وقت اس کے حواس جاتے رہیں اور کوئی کام نہ کر سکے۔

لوگ فلاسفہ کے علوم کو پورا اور منظم جانتے ہیں اور غلطی اور خطا سے محفوظ سمجھتے ہیں۔ اگر بفرض اس حکم کے ان علوم میں سچا بھی سمجھ لیا جائے جن میں عقل کو استقلال و دخل ہے تو وہ خارج از بحث ہیں اور بیکار کے دائرہ میں داخل ہیں اور آخرت سے جو کہ دائمی ہے کوئی کام نہیں رکھتے اور آخری نجات ان سے وابستہ نہیں ہے۔ بات تو ان علوم کے متعلق ہے کہ جن کے ادراک میں عقل کو عجز و قصور ہے اور نبوت کے طریق سے وابستہ ہیں اور آخرت کی نجات ان سے تعلق رکھتی ہے۔

حجتہ الاسلام امام غزالی نے اپنے رسالہ منقذ عن الضلال میں فرمایا ہے کہ فلاسفہ نے علم طب اور علم نجوم کو پہلے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کی کتابوں سے چھپا لیا ہے اور ادویہ کے خواص وغیرہ کو کہ عقل ان کے ادراک سے قاصر ہے۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم پر منزل کتابوں اور صحیفوں سے حاصل کیا ہے اور علم تہذیب اخلاق کو صوفیہ البیہ کی کتابوں سے جو کہ ہر زمانہ میں برہنہ مبرک امت میں ہوئے ہیں اپنی باطل چیزوں کے رائج کرنے کے لئے چوری کی ہے۔ پس ان کے تین معتبر علوم تو چوری کے ہوئے۔ اور وہ نادانیوں جو انہوں نے علم الہی اور خداوند تعالیٰ کی ذات و صفات و افعال میں کی ہیں اور اللہ کے ساتھ ایمان لانے میں اور آخرت کو تسلیم کرنے میں قرآن مجید کی نصوص کی مخالفت کی ہے ان کا کچھ ذکر اوپر ہو چکا ہے۔

باقی رہا علم ہندسہ اور اس کی مثل دوسرے علوم کہ جن کے متعلق وہ خصوصیت رکھتے ہیں۔ اگر پورے اور منظم بھی ہوں تو کس کام آئیں گے اور آخرت کا کوئی نفع و وبال دور کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے بندہ سے اعراض کرنے کی علامت یہ ہے کہ وہ بے فائدہ کاموں میں مشغول ہو جائے اور جو چیز آخرت میں کام نہ آئے وہ لغو اور بے فائدہ ہے اور علم منطقی جو کہ علم آتی ہے اور اس کو غلطی سے بچانے والا کہتے ہیں ان کے کام نہ آیا اور اعلیٰ مقصد میں اس نے ان کو غلطیوں سے نہ نکالا تو وہ دوسروں کے کیا کام آئے گا اور غلطی سے کیسے بچا سکے گا۔ اے ہمارے رب ہمارے دلوں کو ہدایت دینے کے بعد ٹیڑھا نہ کر دے اور یہیں اپنی جناب سے رحمت عنایت فرما تو ہسی عنایت کرنے والا ہے۔ اور بعض آدمی جو فلاسفہ کے علوم سے دلچسپی رکھتے ہیں اور فلاسفہ کی ملمع شدہ باتوں پر مفتون ہیں وہ ان لوگوں کو حکما سمجھ کر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے برابر جلتے ہیں بلکہ قریب ہے کہ ان کے جھوٹے علوم کو سچا سمجھ کر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شریعتوں پر مقدم جانیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ان کے بُرے عقائد سے محفوظ رکھے۔ ہاں جب ان لوگوں کو حکما سمجھیں گے اور ان کے علوم کو حکمت کہیں

گئے۔ تو لازماً اس بائیں گرفتار ہوں گے۔ کیونکہ حکمت تو اس علم سے عبارت ہے جو نفس الامر کے مطابق ہو تو پھر وہ علوم جو اس کے مخالف ہوں گے اور عدم مطابقت بہ نفس امر رکھتے ہوں گے وہ حکمت کیوں کر ہوں گے۔

مختصر یہ کہ ان کی اور ان کے علوم کی تصدیق انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی اور ان کے علوم کی تکذیب کو مستلزم ہے کیونکہ یہ دونوں علم ایک دوسرے کے مخالف واقع ہوئے ہیں ایک کی تصدیق دوسرے کی تکذیب کو مستلزم ہے اب جو چاہے وہ انبیاء کی ملت کو لازم پکڑے اور خدا کے لشکر میں شامل ہو جائے اور نجات پائے اور جو چاہے فلسفی ہو جائے اور شیطان کا گروہ بنے اور نامراد اور خسارہ اٹھانے والا بنے۔

الذبتبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے۔

فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ
فَلْيُكْفُرْ إِنَّا عَمَدُنا بِالظَّالِمِينَ
نَاكِسًا أَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا
وَأَنْ يَسْتَعِثُّوا يَعَاثُوا إِيَّاهُمْ
كَأَهْلٍ يَشْهَرُ الْوُجُوهُ بِئْسَ
الشَّرَابُ وَسَوَتْ مُرْتَفَقًا

پھر جو شخص چاہے ایمان لائے اور جو شخص چاہے وہ کفر کرے یقیناً ہم نے ظالموں کے لئے آگ تیار کر رکھی ہے اس کے شعلے ان کو گھیر لیں گے اور اگر وہ پانی مانگیں گے تو ان کو گلے ہوئے تانبے کی طرح گرم پانی دیا جائے گا جو منہ کو جھلس دے گا۔ بہت بُرا پینا ہے اور بہت بری آرام کی جگہ ہے۔

وَأَسْلَامٌ عَلَى مَنْ اتَّبَعَ الرَّهْدَى وَالْتَوَمْتُ مَنَابِعَ الْمُصْطَفَى وَعَلَى جَمِيعِ الْخَوَاتِمِ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ الْكَرَامِ وَالْمَلَائِكَةِ الْعِظَامِ الصَّلَوَاتُ وَالسَّلَامَاتُ أَتَمَّهَا وَكَمَّلَهَا وَالسَّلَامُ۔

مکتوب نمبر ۲۲

علامہ ہر اور شمس کی طرف جو کہ میر محمد نعمان کے مریدوں میں سے تھا اور فرمایا

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کی بزرگی اور ان کے آپس میں مہربانی ہونے کے بیان میں)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

لَهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ
آمَنُوا مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَرَاءِ
رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَوَارَهُمْ وَرُكِعُوا
بِهِمْ لَا يَنبَغُونَ فَضُلًا مِنَ اللَّهِ
وَرِضًا وَانًا۔

محمد اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور وہ لوگ جو آپ کے
ساتھ ہیں وہ کافروں کے لئے بڑے سخت گیر ہیں۔ اور
اپس میں بڑے مہربان ہیں تم ان کو رکوع اور سجدہ کی
حالت میں دیکھو گے وہ اللہ کے فضل اور اس کی
رضا مندی کے طالب ہیں۔

(الَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَرَاءِ)
يَغِيظُ بِهِمُ الْكُفَرَاءُ وَعَدَ اللَّهُ
الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
مِنْهُمْ مَغْفِرًا وَأَجْرًا عَظِيمًا۔

(اللہ تعالیٰ کے اس قول تک)
تاکہ ان کے ساتھ کافروں کو غصہ دلائے۔ اللہ تعالیٰ نے
ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور کام اچھے کے معفرت
اور اجر عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے۔

حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ
کی اس کمال مہربانی کی وجہ سے جو وہ آپس میں رکھتے تھے مدح فرمائی ہے۔ کیونکہ رحیم ہو کہ رحماء کا
واحد ہے مہربانی میں مبالغہ کو متضمن ہے اور چونکہ صفت مشبہ استمرار پر بھی دلالت رکھتی ہے چاہیے
کہ ان کی آپس میں مہربانی اور استمرار اور دوام کی صفت پر ہو کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
زندگی میں اور کیا آپ کے انتقال کے بعد پس جو کچھ ایک دوسرے کے حق میں مہربانی کے منافی ہے۔
اس کی ان بزرگواروں سے ہمیشہ نفی کرنا چاہیے اور ایک دوسرے کے ساتھ بغض و کینہ و حسد و عداوت
کے احتمال کو ہمیشہ ہمیشہ ان سے ملتی ہونا چاہیے۔

پھر جب تمام صحابہ کرام اس پسندیدہ صفت سے متصف ہوں جیسا کہ کلمہ
وَالَّذِينَ

کا مقتضاد ہے جو کہ عموم اور استغراق کے صیغوں سے ہے تو پھر اکابر صحابہ کے متعلق کیا کہا
جائے کہ ان میں تو یہ صفت اتم و اکمل ہوگی یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
میری امت میں سے میری امت پر سب سے زیادہ مہربان ابو بکر ہیں۔ اور حضرت فاروق رضی اللہ
عنہ کے متعلق فرمایا: اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتے۔ یعنی وہ نوازم و کمالات جو نبوت میں
درکار ہیں وہ تمام حضرت عمر رکھتے ہیں لیکن چونکہ منصب نبوت خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم پر
ختم ہو چکا ہے لہذا منصب نبوت کی دولت سے مشرف نہ ہوئے۔

اور نبوت کے لوازمات میں سے ایک کمال درجہ کی مہربانی اور خلقت پر شفقت بھی ہے۔ اور یہ بھی ہے کہ رفیل اخلاق جو شفقت و مہربانی کے خلاف ہیں اور بُرے اخلاق میں سب سے مٹاؤ بغض و کینہ۔ عداوت اس جماعت کے حق میں جو صحبت خیر البشر علیہ و آلہ الصلوٰۃ والسلام کے شرف سے مشرف ہو چکی ہو کس طرح تصور کئے جاسکتے ہیں کہ اس امت کے جو بہترین امت ہے وہ بہترین آدمی ہیں۔ اور اس ملت کے جو تمام ملتوں کی ناسخ ہے سابق ترین آدمی بھی وہی ہیں کہ ان کا زمانہ بہترین زمانہ ہے اور ان کے ساتھی پیغمبر، انبیاء و رسل میں بہترین رسول ہیں۔

اگر یہ لوگ بھی ان آدمی صفات سے موصوف ہوں گے کہ اس امت سر جو مر کے کمینہ آدمی کو بھی ان برے اخلاق سے عار ہے تو پھر یہ لوگ کیوں اس امت کے بہترین آدمی ہوں گے اور یہ امت کس وجہ سے خیر الامم ہوگی۔ اور ایمان کی اسبقیت اور مال و جان خرچ کرنے کی اویست کی کیا بزرگی و فضیلت رہے گی اور بہترین زمانہ کی کیا تاثیر ہوگی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا کیا اثر رہے گا۔؟

وہ لوگ جو اس امت کے اولیاء کی صحبت میں زندگی گزارتے ہیں وہ بھی ان رفاہ سے نجات پا جاتے ہیں اور وہ لوگ جنہوں نے افضل الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں اپنی عمر کو صرف کیا ہے۔ اور دین کی مدد اور تائید میں اپنی جانوں اور مالوں کو خرچ کیا ہے ان میں یہ احتمال کیسے ہو سکتا ہے کہ یہ بُرے اخلاق ان میں پیدا ہوئے ہوں گے۔ شاید ان کی نگاہوں سے خیر البشر علیہ و آلہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمت و بزرگی ساقط ہو چکی ہے اس سے خدا تعالیٰ کی پناہ۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و ولی کے صحبت سے ناقص تر متصور ہوگی۔ اس سے اللہ کی پناہ۔ اور حال یہ ہے کہ کسی امت کا کوئی ولی بھی اس امت کے صحابی کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا پھر اس امت کے نبی کے درجہ کو کیسے پہنچے گا۔ شیخ شبلی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے جو آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی تعظیم نہیں کرتا اس کا رسول اللہ پر کوئی ایمان نہیں ہے۔

کچھ لوگوں نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ و گروہ تھے۔ ایک گروہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مخالف تھا اور دوسرا گروہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے موافق تھا اور دونوں گروہ آپس میں ایک دوسرے سے عداوت و بغض و کینہ رکھتے تھے اور ان میں سے بعض لوگ بعض مصلحتوں کی بنا پر ان صفات کو اپنے اندر پوشیدہ رکھتے تھے۔ اور اقلیت کرتے تھے اور یہ بھی خیال

کرتے ہیں کہ یہ بُرے اوصاف ان میں قریباً ایک سو سال تک رہے یعنی جب تک رہے یہ اخلاق ان میں رہے اور اس وہم کی بنا پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مخالفین کو بُرے الفاظ سے یاد کرتے ہیں اور نامناسب چیزیں ان کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

انصاف کرنا چاہیے کہ اس طرح دونوں فہلوقی موردِ طعن ہوں گے اور بُری صفات سے متصف ہوں گے اور اس امت کے بہترین آدمی بدترین آدمی ہوں گے بلکہ تمام امتوں کے بدترین آدمی ہوں گے اور اس زمانہ کی خیریت شریعت میں بدل جائے گی۔ یہ کونسا انصاف ہے کہ حضراتِ شیعین رضی اللہ عنہما کو اس وہم کی بنا پر برائی سے یاد کیا جائے اور ان اکابرین کی طرف نامناسب امور منسوب کئے جائیں اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ قرآنی نص کے فیصلے کے مطابق اس امت کے بہترین آدمی ہیں۔ یہ کیونکہ تمام مفسرین کا اجماع ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور کیا دوسرے مفسر کہ یہ آیت کریمہ

وَيُجِبُّهَا آلُ أَهْلِ الْاَقْبَىٰ
اور جہنم سے الگ رہے گا جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے
حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہے اور اَقْبَىٰ سے مراد وہ ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

پس جس شخص کو خداوند تعالیٰ اس بہترین امت کا پرہیزگار ترین آدمی فرمائے یہ خیال کرنا چاہیے کہ اس کو کافر، فاسق اور گمراہ کہنا کس حد تک برائی ہوگی۔ امام فخر الدین رازی نے اس آیت کریمہ سے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر استدلال کیا ہے کیوں کہ حکم آیت کریمہ۔

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ
الَّذِي تَعَالَىٰ كَے نزدیک تم میں سے افضل ترین آدمی
وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔

یعنی معزز ترین اس امت کا جو کہ مخاطب ہے خدا تعالیٰ کے نزدیک اس امت کا پرہیزگار ترین آدمی ہے اور جب حضرت صدیق حکم نص سابق اس امت کے پرہیزگار ترین آدمی ہیں تو چاہیے کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک اس امت کے معزز ترین آدمی بھی وہی ہوں۔

اور اکابر ائمہ سلف کہ جن میں سے ایک امام شافعی بھی ہیں رضی اللہ عنہ نے حضراتِ شیعین رضی اللہ عنہما کی افضلیت پر صحابہ اور تابعین کا اجماع نقل کیا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی حضراتِ شیعین رضی اللہ عنہما کی افضلیت کا فیصلہ کیا ہے امام ذہبی جو اکابر محدثین سے ہیں فرماتے ہیں کہ حضرت علی سے اس روایت کو اتنی کے قریب آدمیوں نے روایت کیا ہے۔

اور عبد الرزاق جو کہ اکابر شیعہ سے ہے نے بھی اس روایت کے مطابق شیخین کی افضلیت کا فیصلہ کیا ہے اور یہ عبارت لکھی ہے۔

أَفْضَلُ الشَّيْخَيْنِ بَنُو أَبِي هَانِئٍ
إِيَّاهُمَا عَلَى نَفْسِهِ وَالْأَلَمِ
فَضَّلَهُمَا كَفَى بِي وَثَرًا إِذَا حُجِبَ
ثَمَرُ الْخِلَافَةِ

حضرت علی نے چونکہ اپنے نفس پر شیخین کو فضیلت دی ہے لہذا میں بھی شیخین کو افضل کہتا ہوں ورنہ میں ان کو فضیلت نہ دیتا میرے لئے یہی بوجھ کافی ہے کہ میں حضرت علی سے محبت بھی رکھوں اور پھر ان کی خلافت بھی کروں۔

پھر وہ لوگ جو کتاب وسنت کے فیصلہ اور اجماع صحابہ اور حضرت علی کے فیصلہ کے مطابق اس خیر الامم کے افضل ترین آدمی ہیں ان کی تفتیش اور تحقیق کرنا کونسا انصاف اور دیانت ہے۔ اور اس کے ضمن میں کونسی بھلائی و ولایت رکھی گئی ہے اگر کسی کو گالی دینے میں کوئی بھلائی اور عبادت ہوئی تو ابو جہل اور ابولہب کو گالی دینا جو نصوص قرآنی کے مطابق ملعون و مطرود آدمی ہیں اس امت کا وظیفہ ہوتا اور اس کے ضمن میں بہت سی نیکیاں حاصل ہوتی ہیں۔ گالی دینے میں کونسی بھلائی ہے کہ جو کہ بے حیائی اور برائی کو شامل ہیں خاص طور پر اس آدمی کے حق میں جو اس کا اہل اور مستحق نہ ہو۔ کسی چیز کو غیر موضع پر رکھنے کا نام ہی ظلم ہے اور پھر شے سے شے تک بڑا فرق ہے اور جگہ سے جگہ تک تفاوت ہے پس ظلم سے ظلم تک بھی بڑا فاصلہ ہو گا۔

اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت اجماع صحابہ کرام سے ثابت ہوئی ہے اور اس پر اس بہترین زمانہ کے مردوں۔ عورتوں۔ بچہ توں اور بڑوں سب نے اتفاق کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علماء نے فرمایا ہے: جس قدر اتفاق و اجماع حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت پر ہوا ہے اتنا اجماع و اتفاق دوسرے حضرات خلفائے ثلاثہ پر نہیں ہوا ہے۔ اس لیے کہ آپ کی خلافت کے ابتداء میں ایک طرح کا تردد تھا لہذا اس زمانہ والوں نے اس معاملہ میں بہت احتیاط ملحوظ رکھ کر قدم اٹھایا۔ جاننا چاہیئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کتاب وسنت کے مبلغ ہیں اور اجماع بھی انہی کے زمانہ سے وابستہ ہے۔ اگر یہ تمام یا ان میں سے بعض مطعون ہو جائیں اور ضلالت و فسق سے متصف ہو جائیں تو پورے دین سے یا بعض دین سے اعتماد اٹھ جائے گا اور خاتم الانبیاء افضل الرسل علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کا فائدہ کم رہ جائے گا۔ جامع القرآن حضرت عثمان ہیں بلکہ حضرت صدیق اور حضرت فاروق ہیں رضی اللہ عنہم۔ اگر یہ مطعون ہو جائیں یا ان کی عدالت ختم ہو جائے تو قرآن پر کیا

اعتماد باقی رہ جائے گا اور دین کس چیز سے برپا رہے گا۔ اس کام کی بُرائی کو معلوم کرنا چاہیے۔ اصحابِ پیغمبر علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام سب عدوئیں ہیں اور جو کچھ بھی ہیں ان کی تبلیغ سے کتاب و سنت سے ملا ہے سب حق اور سچ ہے اور وہ جھگڑے اور تنازعات جو ان اکابرین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں واقع ہوئے ہیں۔ وہ ہوا و ہوس اور حب جاہ و ریاست کی وجہ سے نہ تھے بلکہ اجتہاد و استنباط کی بنا پر تھے۔ اگرچہ اجتہاد میں ایک فریقِ خطا پر تھا اور اس کا استنباط صواب سے دُور تھا۔

اہل سنت و جماعت کے علماء رضی اللہ عنہم کا متفقہ عقیدہ ہے کہ ان جھگڑوں میں حق بجانب حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے اور حضرت امیر سے لڑنے والے خطا پر تھے لیکن یہ خطا جس کا منشا اجتہاد ہے طعن و ملامت سے دُور ہے مقصود حقیقت جانبِ امیر ہے اور خطا بجانب مخالفِ امیر۔ کہ اہل سنت اس کے قائل ہیں اور مخالف کو لعن طعن کرنا زیادتی ہے اور بے فائدہ ہے۔ بلکہ اس میں نقصان کا احتمال ہے کہ وہ پیغمبر کے اصحاب میں رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور بعض ان میں سے وہ ہیں جن کو جنت کی بشارت ملی ہے اور کچھ بدری ہیں جن کو بخش دیا گیا ہے اور عذابِ آخری ان سے مطلقاً مرفوع ہے۔ چنانچہ صحیح احادیث میں آیا ہے۔

إِطَاعَ اللّٰهَ عَلَىٰ أَهْلِ بَيْتِهِ فَقَالَ
إِعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَإِنِّي ذَنْبٌ غُفِرْتُ
لَكُمْ۔ (بخاری، مسلم)

اور کچھ وہ ہیں جو سمیتِ رضوان سے مشرف ہوئے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کوئی بھی ان میں سے دوزخی نہیں ہے بلکہ علماء نے فرمایا ہے کہ قرآن مجید سے مفہوم ہوتا ہے کہ تمام صحابہ جنتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ
قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتِلْ أُولَٰئِكَ
أَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ
أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدِ وَقَاتِلُوا وَلَا
وَعَدَ اللّٰهُ الْحَسَنَىٰ وَاللّٰهُ بِمَا

برابر نہیں ہیں تم میں سے وہ آدمی جنہوں نے فتح
مکہ سے پہلے خرچ کیا اور لڑائی کی یہ لوگ بہت بڑے
درجے والے ہیں بہ نسبت ان لوگوں کے جنہوں نے
فتح مکہ کے بعد خرچ کیا اور لڑائی کی اور ہر ایک سے
اللہ تعالیٰ نے حسنی (بھلائی) کا وعدہ کیا ہے۔ اور اللہ

تَعْمَلُونَ خَيْرًا

تمہارے اعمال سے خبردار ہے۔

اور حسنیٰ جنت ہے پس تمام صحابہ جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے مال خرچ کیا اور لڑائی کی یا بعد از فتح مکہ ان سب کو جنت کا وعدہ ہے۔ علماء نے کہا ہے کہ اتفاق اور قتال کی نسبت قید کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ مدح کے لئے ہے کیونکہ تمام صحابہ ان دو صفات سے متصف تھے۔ پس سب کو جنت کا وعدہ ہے۔ ملاحظہ کرنا چاہیے کہ اس قسم کے بزرگواروں کو برائی سے یاد کرنا اور ان کے متعلق بدگمانی رکھنا انصاف اور دیانت سے کتنا دور ہے؟

سوال ۱۔

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ بعض صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اس خلوص پر نہ رہے۔ اور خلافت کی محبت اور جاہ و ریاست کی طلب کی وجہ سے حق کی راہ سے منحرف ہو گئے اور حضرت علی سے منصب خلافت کو چھین لیا بلکہ یہ گمان کرتے ہیں کہ ان کا انحراف کفر کی حد تک پہنچ گیا تھا اور ان کا انجام گمراہی پر ہوا۔ پس ان کے خیال کے مطابق یہ جماعت ان وعدوں سے جو صحابہ کرام سے ہوئے تھے محروم ہے کیونکہ صحابیت کی فضیلت تو اسلام کی فرع ہے اور جب ان کا اسلام ہی مشکوک ہو تو صحبت کی کیا تاثیر ہوگی؟

جواب ۱۔

حضرات خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو صحیح حدیثوں کے مطابق جو معنی تو اتر کی حد تک پہنچ چکی ہیں جنت کی بشارت دی گئی ہے۔ کفر اور ضلالت کا احتمال ان سے اٹھ چکا ہے اور پھر حضرت شیخین اہل بدر سے بھی ہیں جو کہ صحیح حدیثوں کے مطابق بخشے ہوئے ہیں اور پھر بیعت رضوان سے بھی مشرف ہیں کہ اس بیعت والے تمام اکومی صحیح حدیثوں کے مطابق جنتی ہیں۔ جیسے کہ پہلے گزر چکا ہے۔

اور حضرت عثمان جو بدر میں حاضر نہ تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ان کی بیوی جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی تھی کی تیمارداری کے لئے مدینہ میں چھوڑ آئے تھے۔ آپ نے فرمایا تھا جو فضیلت بدیوں کو حاصل ہوگی وہ تم کو بھی حاصل ہوگی اور وہ جو حضرت عثمان بیعت رضوان میں حاضر نہ تھے تو اس کی وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مکہ والوں کے پاس بھیجا۔ تھا اور ان کی طرف سے خود بیعت فرمائی تھی۔ چنانچہ یہ واقعہ مشہور ہے اور پھر قرآن مجید بھی ان حضرات کی بزرگی بیان فرماتا ہے اور ان کی بندی درجات کی خبر دیتا ہے۔ اور جو اکومی کتاب و سنت سے آنکھیں

بند کر کے جھگڑنا شروع کرے وہ بحث سے خارج ہے شیخ سعدی نے فرمایا ہے۔

آنکس کہ بقرآن و خبر زدند ہی

آنست جوابش کہ جوابش نہ وہی

یہ کیا مصیبت ہوئی کہ اگر حضرت صدیق کفر و گمراہی کا احتمال رکھتے تو پیغمبر کے صحابہ اپنی عدالت اور کثرت کے باوجود ان کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا جانشین کبھی نہ بناتے اور حضرت صدیق کی خلافت کی تکذیب میں تینتیس ہزار اس بہترین زمانہ کے آدمیوں کی تکذیب بھی ہے اور اس بات کو کوئی ایسا آدمی جس میں ادنیٰ سی بھی درایت ہو قبول نہ کرے گا۔ اور اس زمانہ میں کونسی خیریت باقی رہے گی جس زمانہ کے تینتیس ہزار آدمی باطل پر جمع ہو جائیں اور ایک ضال و مضل کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا جانشین بنا دیں۔

خدا تعالیٰ اس جماعت کو انصاف دے کہ اکابرین سے اپنی زبان روکیں اور پیغمبر کی صحبت کے حق کو ملحوظ رکھیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

اللہ اللہ فی اصحابی لا تقخذوہم غرضا من بعدی من احبہم فبحبی احبہم ومن ابغضہم فببغضی ابغضہم۔
میرے صحابہ کے متعلق اللہ سے ڈرو۔ میرے صحابہ کے متعلق اللہ سے ڈرو اور میرے بعد ان کو نشانہ نہ بنالینا جس نے ان سے محبت رکھی تو میری محبت کی وجہ سے محبت رکھی اور جس نے ان سے بغض رکھا تو میرے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا۔

زیادہ کیا لکھوں اور روشن ترین بیہی بات کو اور کتنا روشن کروں کیونکہ حضرت صدیق کے قرآن مجید ان کی مدح سے بھرا ہوا ہے ایک ہی سورۃ واللیل میں تین آیات کریمہ ان کی شان میں نازل ہوئیں۔ اور صحیح احادیث تو حساب و شمار سے زیادہ ہیں۔ جو ان کے فضائل میں مروی ہیں اور پہلے نبیوں کی کتابوں میں بھی ان کے اوصاف و شمائل بلکہ تمام صحابہ کا تذکرہ آیا ہے۔ جیسا کہ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَ
مَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيلِ
(ان کی مثال تو تورات میں تھی اور ان کی مثال انجیل میں یہ تھی)

۱۵ جس سے تو قرآن و حدیث سے مہرہ برآئے ہو سکے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کو جواب نہ دے۔

اور اس امت پر جو کہ بہترین امت ہے کے سرور اور رئیس حضرت صدیق ہی ہیں جب ان کو ہی کافر و گمراہ جانیں تو وہ دوسروں کے متعلق کیا عرض کروں اور کس راہ سے آگربات کروں۔ اے اللہ آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے والے۔ غیب اور حاضر کو جاننے والے تو ہی اپنے بندوں میں فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ اتَّبَعَ الْهَدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابِعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہِ
الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اَتَمَّہَا وَاکْمَلُہَا۔

مکتوب نمبر ۲۵

مکہ طابہ کی طرف صادر فرمایا

اس بیان میں کہ ذکر کہنے اور قرآن مجید کی تلاوت کرنے اور نماز پڑھنے سے کیا نتائج اور ترقی مراتب حاصل ہوتی ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

اس راہ کے طالب بتندی کو ذکر کہنے سے چارہ نہیں ہے کہ اس کی ترقی ذکر کے تکرار سے وابستہ ہے۔ بشرطیکہ اس نے شیخ کامل مکمل سے اس کو حاصل کیا ہو اور اگر یہ بشرط نہ پائی جائے تو بہت دفعہ ایسا ہو سکتا ہے کہ اس کا ذکر نیک لوگوں کے اور ادب سے ہو کہ اس کا نتیجہ ثواب ہے نہ کہ درجہ قرب جو کہ مقربین سے تعلق رکھتا ہے اور جو میں نے کہا ہے کہ بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ دُنیک لوگوں کے اوراد کے قبیل سے ہو یہ اس لئے کہا ہے کہ جائز ہے کہ خداوند تعالیٰ کا فضل بذکر کسی شیخ کے ذریعہ کے طالب کی تربیت کرے اور اس کے تکرار ذکر کو مقربین سے بنادے بلکہ جائز ہے کہ بے تکرار ذکر بھی اس کو قرب کے مراتب سے مشرف کرے اور اپنے اولیاء سے بنالے۔

اور یہ شرط باعتبار اکثر ہے اور حکمت و عادت الہی کے مطابق اور جب اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے وہ معاملہ ہو ذکر سے تعلق رکھتا ہے پورا ہو جاتا ہے اور خواہشات کے معبودوں کی گرفتاری سے خلاصی میسر ہو جاتی ہے اور نفسِ امارہ مطمئن ہو جاتا ہے تو اس وقت ذکر کہنے سے ترقی حاصل نہیں ہوتی اور اس وقت ذکر نیک لوگوں کے اوراد کی حیثیت رکھتا ہے پھر اس مقام میں قرب کے مراتب قرآن مجید کی تلاوت اور لبسِ قرأت سے نماز ادا کرنے سے وابستہ ہیں۔ جو کچھ پہلے ذکر کہنے سے حاصل ہوتا تھا اس وقت وہ قرآن مجید کی تلاوت سے خصوصاً اس قرآن سے جو نماز میں پڑھا جائے حاصل ہوتا ہے

مختصر یہ کہ اس وقت ذکر تلاوت کا حکم پیدا کرتا ہے جو کہ شروع میں نیک لوگوں کے اور ان کے قریب سے تھا اور تلاوت ذکر کا حکم پیدا کر لیتی ہے جو کہ ابتدا و توسط میں مقررات سے تھی۔

عجب معاملہ ہے کہ اس وقت اگر ذکر قرآن مجید کی قراءت کے عنوان سے تکرار کیا جائے۔ یعنی قرآن مجید کی کسی آیت کا ذکر کیا جائے اور استغاذہ سے شروع کیا جائے تو وہی فائدہ دیتا ہے۔ جو قرآن مجید کی تلاوت سے میسر ہے اور اگر قراءت سمجھ کر اس کی تکرار نہ کی جائے تو وہ نیک لوگوں کے اعمال سے ہے۔ ہر عمل کا ایک مقام اور ایک موسم ہوتا ہے اگر اس موسم میں بجالایا جائے تو اس میں حسن و ملاحضت پیدا کرتا ہے اور اگر اس موسم میں ادا نہ کیا جائے تو ہو سکتا ہے کہ خطا ہو۔ اگرچہ وہ نیکی ہی کیوں نہ ہو تشہد میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا غلط ہے اگرچہ وہ اتم الکتاب ہے۔

پس اس راہ میں پیر ضروریات سے ہے اور اس کی تعلیم سب سے اہم کام ہے اور اس کے سوا مفت کی درد سہی ہے۔

ایک بزرگ نے کہا ہے

ازاں روئے کہ چشم تست احوال
معبود تو پیر تست اول

والسلام علی من اتبع الهدی

مکتوب نمبر ۲۶

مبادات پناہ میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمائی

اس بیان میں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ بذات خود موجود ہے ذکر و تہجد سے اسی طرح بڑا ہے خود زندہ عالم اور دوسری آئمہ صفا سے ہی موصوف ہے ذکر صفات زائدہ کے سبب سے اور اس کے تعلقات)

الحمد للہ والسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ نفس وجود اور تمام کمالات میں جو کہ وجود کے توابع ہیں مثلاً حیوۃ۔ علم۔ قدرت۔ بصیرت۔ ارادہ۔ سمع۔ کلام۔ ملکوت میں بذات اقدس خود کافی ہے اور ان کمالات کے حصول میں وہ صفات زائدہ کا محتاج نہیں۔ اگرچہ صفات کاملہ زائدہ بھی اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہیں پس

۱۰ جو کہ تیری آنکھ میں لگی ہے لہذا اہل ایمان تیرا پیر تیرا معبود ہے۔ ۱۰

اللہ تعالیٰ جس طرح اپنی ذات پاک سے خود موجود ہے نہ کہ وجود سے اسی طرح وہ اپنی ذات سے زندہ ہے نہ کہ حیوۃ سے جو اس کی صفت ہے اور اپنی ذات سے جاننے والا ہے نہ کہ علم صفت سے اور اپنی ذات سے دیکھنے والا ہے نہ کہ صفت بصر سے اور اپنی ذات سے سمع سے اور اپنی ذات سے قادر ہے نہ کہ صفت قدرت سے اور اپنی ذات سے ارادہ کرنے والا ہے نہ کہ صفت ارادہ سے اور اپنی ذات سے متکلم ہے نہ کہ صفت کلام سے اور اپنی ذات سے ایجاد کائنات کا موجب ہے نہ کہ صفت تکوین سے۔

اگرچہ عالم کا وجود تکوین اور باقی صفات کے واسطے سے ہے چنانچہ اس معنی کی تحقیق عنقریب آئے گی۔ یہ تکوین قدرت کے سوا اور چیز ہے کیونکہ قدرت میں فعل اور ترک فعل دونوں برابر ہیں اور تکوین میں فعل کی جانب متعین ہے اور یہ فرق بھی ہے کہ قدرت ارادے پر مقدم ہوتی ہے اور تکوین ارادے کے بعد ہے۔ یہ تکوین بندہ کی اس استطاعت کے مشابہ ہے کہ علماء اہل حق نے اس کو بندہ کے فعل سے متصل رکھا ہے اور اسے قدرت و ارادہ کی صفت کے علاوہ سمجھا ہے۔ کیوں کہ قدرت فعل و ترک فعل کی دونوں طرفوں کو برابر قرار دیتی ہے اور ارادہ ایک طرف کو ترجیح دینے والا ہے۔ اور ایجاد و ترجیح ارادہ کے بعد تکوین سے تعلق رکھتی ہے اور اگر قدرت کا اثبات نہ کیا جائے جو طرفوں کی مصحح ہے تو جبر لازم آئے گا اور اگر تکوین کا اثبات نہ کیا جائے تو ایجاد بے سہارا رہ جاتی ہے کیونکہ قدرت ایجاد کی مصحح ہے اور تکوین ایجاد سے ملتی ہے پس تکوین کے اثبات سے چارہ نہیں ہے کہ علماء مادیہ کو اس کی راہنمائی حاصل ہوئی ہے اور اشارہ نے جب اس کی نسبت اور تعلق کو بہت سی چیزوں کے ساتھ پایا تو اسے صفات اضافیہ سے شمار کر لیا اور اللہ حق کو حق کرتا ہے۔ اور وہی رستے کی راہنمائی کرتا ہے۔

تخلیق۔ تزیین۔ احیاء۔ امانت اور ان جیسی اور صفات کو تکوین کی طرف راجع کرنا بہتر ہے۔ کیونکہ اگر ہر ایک کو مستقل طور پر صفت قدیمہ کہا جائے تو بے ضرورت بہت سی چیزوں کا قدیم ہونا ثابت کرنا ہو گا۔ پس واضح ہوا کہ جو کچھ دوسروں کو اللہ تعالیٰ کی ایجاد سے صفات میسر ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ سبحانہ کو بذات خود بے توسط صفات حاصل ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات کسی دوسری چیز کے ملاحظہ اور اعتبار کے بغیر بھی تمام کمالات کی جامع ہے بلکہ ہر کمال کا عین ہے۔ کیونکہ بعض اور جزو ہونا اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے ناپید ہے وہ تمام علم ہے وہ تمام سنانا (سمع) ہے۔ وہ تمام دیکھنا (بصر) ہے اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کی دوسری صفات ہیں۔

اور اس کے باوجود خدا تعالیٰ کی سات صفات بلکہ آٹھ صفات کہ جن کے وجود کے علمائے اہل حق شکر اللہ تعالیٰ سب سے قائل ہیں وہ بھی ثابت ہیں۔ اور یہ صفات کاملہ جو قدیم ہیں ان کمالات و اشیاء کے ظلال ہیں اور ان کمالات کا مظہر ہیں اور کہا جاسکتا ہے کہ ان کمالات کا پردہ ہیں اور ان پوشیدہ انوار کا حجاب ہیں۔

سوال :-

اگر خداوند تعالیٰ کی ذات تمام کمالات کے حصول میں کافی ہے تو صفات کا اثبات کس لئے کیا جائے اور بہت سی چیزوں کے قدیم ہونے کا قول کیوں کہا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ فلاسفہ اور معتزلہ نے صرف ذات پر اکتفا کیا ہے اور بہت سی چیزوں کے قدیم ہونے کے قول سے فرار کر کے نفی صفات کے قائل ہوئے ہیں۔

جواب :-

اللہ تعالیٰ کی ذات اگرچہ حصول کمالات میں کافی ہے لیکن چیزوں کی تکوین و تخلیق میں صفات زائدہ سے چارہ نہیں ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کی ذات انتہا درجہ کی پاک اور مقدس ہے اور اس کی عظمت و جلال اور کبریائی کی کوئی انتہا نہیں ہے اور اسے کمال درجہ کا غنا حاصل ہے اور دوسری چیزوں کے ساتھ اس کی بے مناسبتی کمال درجہ کی ہے۔

إِنَّ اللَّهَ لَغَفُورٌ عَنِ الْعُظْمَاءِ (یقیناً اللہ تعالیٰ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے۔)

اور اللہ تعالیٰ کی حکمت اور عادت کے مطابق فائدہ اور فیض پہنچانے اور فائدہ اور فیض حاصل کرنے میں مناسبت سے چارہ نہیں ہے۔ یہ صفات ہیں جنہوں نے ایک درجہ تنزل فرما کر ظلیت پیدا کر لی ہے اور چیزوں سے مناسبت پیدا کر لی ہے اور اگرچہ اشیاء نے بہت تھوڑا حاصل کیا ہے لیکن اگر صفات کا واسطہ نہ ہوتا تو اشیاء میں سے کسی چیز کا حصول بھی متصور نہ ہوتا۔ کیوں کہ اشیاء کو خدا تعالیٰ کے انوار کی شعاعوں کے غلبہ میں سوائے بلاکت اور فنا اور انحراف اور انعدام کے اور کوئی چیز حاصل نہ ہوتی۔

وہ لوگ بے سمجھ ہیں جو خدا تعالیٰ کی صفات کا اثبات نہیں کرتے اور اشیاء کی ایجاد کو خالص ذات الہی جل سلطانہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ مصادر اول (مقل فعال) کی کیا حقیقت ہے کہ صفات کے پردہ کے بغیر خدا تعالیٰ کی ذات کے انوار میں مضمل اور ناچیز نہ ہو جائے۔

سوال :-

فلاسفہ اور معتزلہ نے اگرچہ خارج میں صفات کا اثبات نہیں کیا ہے لیکن علمی اعتبارات سے ان کے قائل ہیں اور کمالات ذاتیہ کے علم میں ان کو الگ سمجھتے ہیں تو اس صورت میں بھی اشیاء کی ایجاد خالص ذات کی طرف منسوب نہ ہونی کہ درمیان میں اعتبارات کا توسط پیدا ہو گیا۔

جواب :-

ایجاد عالم خارج میں سب اور عالم خارج میں موجود ہے۔ پس خارجی حجابات سے چارہ نہیں ہے تاکہ وہ خارجی اشیاء کے وجود کا وسیلہ بن سکیں۔ اور خارج میں اشیاء کی ہلاکت اور برگشتگی سے ان کی تخلیق کر سکیں علمی اعتبارات وجودات خارجی میں کام نہیں آسکتے اور علمی حجاب موجودات خارجی کی حفاظت میں کفایت نہیں کرتے۔ بعض صوفیہ جو عالم کو صرف علمی طور پر موجود سمجھتے ہیں علمی اعتبارات ان کو شاید کچھ نفع دیں اور ان کے وجودات علمی کا وسیلہ بنیں۔ لیکن عالم خارج میں موجود ہے۔ اگرچہ خارج اس خارج کا ظل ہی ہو اور یہ وجود اس وجود کا ظل ہی ہو پس بحجب خارجی سے جو کہ عالم وجود خارجی کا وسیلہ بن سکتے ہیں کوئی چارہ نہیں ہے۔ پس چاہیے کہ صفات حقیقیہ خارج میں موجود ہوں اور اشیاء کو ترتیب دیں اور اپنے ذاتی کمالات کو عالم کے آئینہ میں ظاہر کریں اور ظہور کے تحت پر لائیں۔ صفات اگرچہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے حجاب ہیں لیکن کمالات ذاتیہ کا ظہور انہی کے وجود سے وابستہ ہے۔ ان کا حجاب عینک کے حجاب کی طرح ہے جو دکھانے کا سبب ہے۔ یہ ظہور اور یہ نمائندگی اگرچہ ظلی ہے لیکن کیا کیا جائے کہ ہمارے وجود کو ظل سے وابستہ کیا گیا ہے اور ہونے کو حجاب کے سپرد کیا گیا ہے جو چیز کسی کی ذات میں داخل ہو وہ ذات سے الگ نہیں ہو سکتی۔

مصرعہ
بیت

وَمِنْ بَعْدِ هَذَا مَا يَدْرِي وَفَقَاتُهُ
وَمَا كُنْتُ أَخْطِي لَدَقِّ وَاجْهَلُ

ندہ خدا نہیں ہے لیکن اس کے فضل و کرم سے خدا سے الگ بھی نہیں ہے۔

اَلْمُتَزَّعِ مَعْمَ مَنَ أَحَبَّ

(آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے اس کی محبت ہو)

اگرچہ خداوند تعالیٰ کو اشیاء کے ساتھ معیت کی نسبت حاصل ہے۔ لیکن وہ معیت جس کا منشا

۱۔ حبشی کی سیاسی کسی طرح جیسے کہ وہ تو اس کا اصل رنگ ہے۔

۲۔ اور اس کے بعد وہ معاملہ ہے جس کا یہاں تذکرہ ہے۔ وراں کا چھپنا نامیسے نزدیک گفتار ذات بخش اور چھا ہے۔

محبت ہے وہ اور ہے۔ جب تک انسان محبت پیدا نہ کرے۔ اس کو معلوم نہیں کر سکتا اور چونکہ محبت میں مختلف مدارج ہیں تو انہی کے اندازہ کے مطابق اس معیت میں بھی فرق ہے۔ یہی معیت ہے۔ جو خلقت سے خلاصی کا سبب ہے اور یہی معیت ہے جو کلیت کے فنا کا واسطہ ہے اور یہی معیت ہے جو غلامی کو ختم کرنے والی ہے اور عین بندگی میں آزادی کو بخشنے والی ہے اور یہی معیت ہے جو انسانیت کو ختم کرنے والی ہے۔ بلکہ انسانیت کما لیت کے درجہ تک بلند کرنے والی ہے۔ جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے معیت عامہ میں اپنے آپ کو ان کے ساتھ فرمایا ہے۔
وَهُوَ مَعَكُمْ۔ (اور وہ تمہارے ساتھ ہے)

اور معیت خاصہ میں بحکم ماریٹ

الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ

(آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے اس کی محبت ہو)

لوگ محبت کے تقاضے کے مطابق اس کے ساتھ ہیں اور ان دونوں معیتوں میں بہت بڑا فرق ہے کیونکہ معیت خاصہ میں طرفین سے اثبات معیت ہے اور معیت عامہ میں صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے پس اس کو عین وجدان میں بھی محرومی لازم ہے۔

يَا حَسْرَتًا عَلَىٰ مَا فَرَّطْتُ فِيَّ
جُنُبَ اللَّهِ۔ (کی)

عالم اگرچہ ظلال صفات ہے اور اس نے صفات کے ذریعہ وجود و بقا پیدا کیا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنے والا محبت فاتیہ کے ذریعہ سے خداوند تعالیٰ کے ساتھ ہے اور صفات سے جو کلاس کے اصول ہیں بے کیف عروج کے ساتھ اوپر چلا جاتا ہے اور اصول کو چھوڑ کر اصول کے اصل سے مل جاتا ہے۔ لیکن یہ ملنا بھی بے کیف ہے اور اگر اصل سے اوپر نہ جائے تو آنے کا کیا فائدہ ہے محبت کس کام کی اصل سے اتصال ہر وقت رکھتا ہے اور وصل قلبی اس کو ہر وقت پیش ہے۔ کام یہ ہے کہ اصل کو بھی ظل کی طرح زینہ بنانا چاہیے اور محبت کے بازو سے اوپر اڑنا چاہیے۔

اس عروج کی ہم ہر آدمی کے لائق نہیں ہے۔ اور اپنے آپ کو چھوڑ کر اوپر جانا باب فکر و نظر کی سمجھ میں آنے والی بات نہیں ہے بلکہ صوفیائیں سے بھی ہزاروں میں سے کوئی ایک اس دولت سے مشرف ہوتا ہے اور اس معمار کار از اسی پر منکشف ہوتا ہے۔

نہ از کشتہ بار یک تر ز مواہب است

نہ بہر کہ مر تر شد قلندری داند

(عاشق کے صفر پر)

سوال ۱۔

یہ سیر انفسی ہے یا آفاقی؟

جواب ۱۔

نہ آفاقی ہے اور نہ انفسی کیونکہ آفاق و انفس باہر اور اندر کو چاہتے ہیں اور معاملہ دخول و خروج سے بہت بلند ہے۔ اگرچہ یہ ارباب نظر کے نزدیک ممنوع ہے۔ جب مطلوب دخول اور خروج سے پاک ہوگا تو وہ نسبت بھی جو اس سے پیدا ہوگی لازماً دخول اور خروج سے پاک ہوگی۔ اور یہ سیر اس اشکال اور اس وقت کے باوجود اس سیر والوں کے نزدیک جو اہل علم ہوں بالکل دہلی اور اگرہ کی سیر کی طرح ہے کہ معلوم و متمیز اور ایک منزل و دوسری منزل سے جدا ہے۔

تنبیہ ۱۔

عالم اگرچہ صفات کا ظلال ہے اور صفات حضرت ذات کا ظلال ہیں لیکن اس غلیظیت کے درجات اور مراتب میں کہ ہر ایک کو حجاب مطلوب ہے

إِنَّ لِلَّهِ سُبْحَانَهُ سَبْعِينَ مِائَةً
حِجَابًا مِّنْ نُورِهِ وَقَدْ كُنَّا

آپ نے سنا ہوگا جب تک تمام حجاب دور نہ ہو جائیں غلیظیت سے آزاد نہیں ہوتا اور اس جگہ حجاب کے پھٹنے سے مراد خرق شہودی ہے اور وہ جو اس حدیث کے آخر میں تمام حجابات کے پھٹنے کی نفی ہے تو اس فرق سے فرق وجودی مراد ہے جو ناممکن ہے۔ کیونکہ وہ صفات قدیمہ کے رفع کو مستلزم ہے جو محال ہے۔

لیکن چونکہ غیر تکلیف معیت حاصل ہے لہذا وہ فرق وجودی کا حکم رکھتا ہے۔ وہ حجاب کے ہوتے ہوئے بھی بے حجاب ہے کیونکہ معیت نقد و وقت ہے جو سائل کی طاقت نہیں رکھتی۔ اسے ہمارے رب ہمارے نور کو لوہا کر اور ہمیں بخش دے یقیناً تو ہر چیز پر قادر ہے۔

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين وعليهم وعلى
آلہ الطاہرین اجمعین۔

مکتوب نمبر ۲

غلامی کشی کی طرف صادر فرمایا

(اس بیان میں کہ بندہ کو چاہیے کہ اپنی مرادات سے پوری طرح باہر آجائے اور اپنے مولائی مرادات کے ساتھ ہو اور مرضی ذاتی و مرضی کامیاب)

بندہ کو چاہیے کہ اللہ عزوجل کے سوا اس کی کوئی مراد اور مطلب نہ ہو۔

اور اگر ایسا نہ ہو تو اس نے غلامی کی رسی سے سہرا ہر نکالا اور غلامی کی قید سے پاؤں باہر کھینچا۔ وہ بندہ جو اپنی مرادات اور ہوا و ہوس پر فریقہ ہے وہ اپنے نفس کا بندہ ہے۔ اور شیطان مردود کی اطاعت میں ہے اور یہ دولت ولایت خاصہ کے حصول سے وابستہ ہے۔ جو پوری فنا و بقل کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔

سوال ۱۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کامیاب سے بھی خواہش و مراد کا اظہار ہوتا ہے اور مختلف مطالبہ کے حصول کی آرزو ان بزرگواروں سے بھی محسوس ہوتی ہے۔ امام۔ انبیاء اور سلطان اولیاء علیہ السلام بھی ٹھنڈی اور ٹھیک چیزوں کو پسند کرتے تھے اور وہ حرص جو وہ امت کی ہدایت کے متعلق رکھتے تھے قرآن مجید میں بھی بیان کی گئی ہے۔ ان بزرگواروں میں اس قسم کی خواہشات کے باقی رہنے کی کیا وجہ ہے۔ ؟

جواب ۱۔

بعض خواہشات ایسی ہیں کہ ان کا نشاط طبیعت ہے۔ جب تک طبیعت کا عالم قائم ہے۔ وہ بھی قائم ہیں۔ گرمی کے وقت میں طبیعت بے اختیار سردی کی طرف مائل ہوتی ہے اور سردی کے وقت گرمی کی طرف راغب ہوتی ہے اس قسم کی خواہش عبودیت کے منافی نہیں ہے اور اپنے نفس کی خواہش کی گرفتاری کا سبب بھی نہیں ہے کیونکہ طبعی ضروریات تکلیف کے دائرہ سے خارج ہیں اور نفس اتارہ کی خواہش سے باہر ہیں کیونکہ نفس کی خواہشات یا زائد مباح چیزیں ہیں یا مستحبہ و حرام اور وہ جو ضروری مباح ہیں اور وہ جو ضروری مباح ہیں نفس کو اس سے کوئی تعلق نہیں ہے پس گرفتاری

اور بدکرداری کا منشا فضول افعال ہیں اگرچہ وہ مباح کی قسم سے ہوں یا مشتبہ فضول مباح کو حرام سے ہمسائیگی کے قرب کی نسبت ہے کہ اگر دشمن اعدا کے اغوائے اس جگہ سے قدم اٹھائے تو بے اختیار حرام میں جا پڑے پس ضروری مباح امور پر اقتصاد ہونا چاہیے کہ اگر اس سے لغزش واقع ہو تو فضول مباح میں گرے اور اگر فضول مباح میں اپنی سکونت رکھے گا تو پھسلنے کے بعد اگر قدم باہر پڑے گا تو لازماً حرام میں جا کرے گا۔

اور بعض خواہشات ایسی ہوتی ہیں کہ وہ خارج سے آتی ہیں۔ حالانکہ آدمی کا اپنا نفس مرادات سے خالی ہوتا ہے اور خارج میں یا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے واعظ ہوتا ہے جو نیکی کا القاء کرتا ہے۔
فَإِنَّ لِلَّهِ مِثْقَالَ دَعْوَىٰ قَلْبٍ (ہر مومن کے دل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک مواظ کل مؤمنین۔) (ہے۔)

اور یا پھر وہ شیطان ہوتا ہے اور اس کا القاء برائی اور عداوت ہے۔

يَعِدُّهُمْ وَيُفْتِنُهُمْ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا عَذَابًا (ان کو وعدہ دیتا ہے اور خواہشوں میں مبتلا کرتا ہے اور شیطان ان کو صرف دھوکے کا وعدہ دیتا ہے۔)

ایک دن یہ فقیر صبح کی نماز کے بعد سکونت قلعہ کے ایام میں خاموشی سے جو کہ اس طریقہ علیہ کی روش ہے بیٹھا ہوا تھا کہ بے فائدہ آرزوؤں کے ایک جھوم نے مجھے بے مزہ کر دیا۔ اور دل بھی ختم ہو گئی۔ کچھ وقت کے بعد جب اللہ سبحانہ کی عنایت سے جمعیت حاصل ہوئی تو دیکھا کہ وہ تمام آرزوئیں بالذکر کے ٹکڑوں کی طرح باہر نکل گئیں اور القا کرنے والے کے ہمراہ باہر نکل گئیں۔ اور مکان کو خالی کر دیا۔ اس وقت معلوم ہوا کہ یہ خواہشات باہر سے آئی تھیں اور اندر سے نہ اٹھی تھیں۔ جو بندگی کے منافی ہوتی ہیں۔

مختصر یہ کہ ہر وہ فساد جس کا منشا نفس امارہ ہے وہ ذاتی مرض ہے اور سم قاتل ہے اور مقام بندگی کے منافی ہے اور ہر وہ فساد جو باہر سے آئے اگرچہ وہ شیطانی القا ہی کیوں نہ ہو وہ امریض عارضہ سے ہے جس کا علاج آسانی سے ہو سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

إِنَّكَ الشَّيْطَانُ كَانَ ضَعِيفًا (یقیناً شیطان کی تدبیر کمزور ہے۔)

ہمارے لئے مصیبت ہمارا نفس ہے اور ہمارا دشمن جانی ہمارا بڑا ساتھی ہے۔ بیرونی دشمن اس کی مدد سے ہم پر غلبہ پاتا ہے اور اس کی امداد سے ہمارے پاؤں اکھاڑتا ہے۔ تمام اشیاء

میں سے جاہل ترین نفس آثارہ ہے جو اپنا دشمن و بدخواہ ہے اور اس کی ہمت اپنے نفس کو ہلاک کرنے میں ہے اور اس کی خواہش خداوند تعالیٰ کی جو اس کا مالک بھی ہے اور اس کی نعمتوں کا مالک بھی ہاں فرمانی کرنا ہے اور شیطان کی اطاعت جو اس کا جانی دشمن ہے۔

جاننا چاہیے کہ مرض ذاتی و عارضی اور فساد داخلی و خارجی میں امتیاز کرنا بڑا مشکل ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی ناقص اس خیال میں اپنے آپ کو کامل سمجھنے لگے اور اپنے ذاتی مرض کو عارضی مرض جانے اور نقصان اٹھائے۔ اسی ڈر سے اس راز کو لکھنے کی جرات نہ کرتا تھا۔ اور اس بات کا اظہار اچھا نہ جانتا تھا۔ قریباً سترہ سال گزرے ہیں کہ میں بھی اس شعبہ میں تھا اور اپنے فساد ذاتی کو فساد عارضی سے ملا جلا پاتا تھا۔ تو پھر اس وقت اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے حق کو باطل سے جدا کر دیا اور مرض ذاتی کو مرض عارضی سے الگ کر دیا۔ اور اس نعمت اور دوسری تمام نعمتوں پر اللہ تعالیٰ ہی کی تعریف ہے اور اسی کا احسان ہے۔

اس قسم کے اسرار کو ظاہر کرنے کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ کوئی کوتاہ نظر آدمی کسی کامل کو اس قسم کی بیرونی آرزوؤں کی وجہ سے ناقص خیال نہ کرے اور اس کی برکات سے محروم نہ رہے۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تصدیق کی دولت سے کافروں کی محرومی کا باعث ان بزرگواروں میں اس قسم کی صفات کا وجود تھا۔

فَقَالُوا الْبَشَرِۦ لَفِئْدُوۡنَاۤ اَنۡ كُنۡرُکُمْۢ (سو کچھ لگے کیا آدمی ہم کو ہدایت دیں گے۔ سو انہوں نے انکار کر دیا۔)

اور وہ جو کہتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ عارف کو مرادات اور خواہشات کے زوال کے بعد پھر صاحب ارادہ بنا دیتے ہیں اور اس کے ہاتھ میں اختیار دے دیتے ہیں۔ اس معنی کی تفصیل انشاء اللہ کسی دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کی عنایت سے لکھی جائے گی۔ کہ یہ وقت اس کی موافقت نہیں کرتا۔ والسلام علی من اتبع الهدی والتزم متابعتہ المصطفیٰ علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات اتمہا و اکملہا۔

۱۔ انبیاء و اولیائے نظام کی ظاہری ضروریات اور پریشانیوں کو دیکھ کر انہیں اپنی طرح کہنے والے حضرت امام ربانی قدس سرہ کی اس عبارت کو دور سے دیکھیں اور اصل معانی سمجھنے کی کوشش کریں تاکہ وہ اپنی کے وہاں سے دوچار نہ ہوں۔

مکتوب نمبر ۲

تمام صالح ترک کی طرف صادر فرمایا

(ارواح موتی کو صدقہ کرنے کی کیفیت کے بیان میں)

الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الذِّیْنَ اصْطَفٰی

ایک دن فقیر کے دل میں خیال آیا کہ اپنے فوت شدہ بعض اقارب کی روح کو صدقہ کر کے بخشا جائے اس اثناء میں ظاہر ہوا کہ اس نیت سے اس میت مرحوم کو خوشی اور سرور حاصل ہوا اور خوش اور خرم نظر آیا۔ اور جب صدقہ دینے کا وقت آیا تو پہلے حضرت رسالت خاتمت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کو اس صدقہ کی نیت کی جیسا کہ عادت تھی۔ اس کے بعد اس نیت کردہ میت کی روحانیت کو نیت کر کے دیا تو اس وقت اس میت میں ناخوشی اور اندوہ کا احساس ہوا اور اس میں کافرت و کدورت ظاہر ہوئی۔

اس حال سے بڑا تعجب ہوا اور ناخوشی اور کلفت کی وجہ معلوم نہ ہو سکی۔ باوجود اس کے کہ محسوس ہوا کہ اس صدقہ کرنے سے برکات عظیمہ اس میت کو پہنچیں۔ لیکن وہ خوشی اور سرور اس میں ظاہر نہ ہوا۔

اور اسی طرح ایک روز کچھ پیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ثواب پہنچانے کی نیت سے دیئے اور دوسرے انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کو بھی اس نذر میں داخل کیا۔ اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ان کو طفیلی بنایا۔ تو اس امر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی معلوم نہ ہوئی۔

اور اسی طرح بعض اوقات میں درود پڑھا کرتا۔ اگرچہ ہر مرتبہ میں دوسرے انبیاء پر بھی درود بھیجتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس میں مرضی ظاہر نہ ہوئی۔ باوجود اس کے کہ معلوم ہوا ہے کہ اگر کسی آدمی کی روح کو صدقہ کر کے تمام مومنوں کو اس میں شریک کر دیں تو تمام کو پہنچ جاتا ہے اور اس شخص کا جس کی نیت سے دیا گیا تھا اس سے کچھ اجر کم نہیں ہوتا۔

(اِنَّ مَا بَلَغَ وَاَسْعَمُ الْمُغْفِرُۃَ تیرا رب وسیع بخشش والا ہے)

اس تقدیر پر ناخوشی اور عدم رضا کی وجہ کیا تھی۔ ایک مدت تک اس اشکال نے خدا شریں رکھا۔

بالآخر فضل خداوندی جل شانہ ظاہر ہوا کہ نانوشتی اور کلفت کی وجہ یہ ہے کہ اگر بے شرکت غیر سے کسی میت کو صدقہ دیا جائے تو وہ میت اپنی طرف سے تحفہ و ہدیہ اس صدقہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے جائے گا اور اس کے ذریعہ سے بہت سی برکات اور فیوض حاصل کیے گا اور اگر صدقہ دینے والا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیت کرے تو پھر اسے کیا ملے گا۔ شرکت کی صورت میں اگر صدقہ قبول ہو جائے تو میت کو صرف اسی صدقہ کا ثواب ملے گا اور عدم شرکت کی صورت میں اگر صدقہ قبول ہو جائے۔ تو اسے صدقہ کا ثواب بھی ملے گا اور صدقہ کو تحفہ و ہدیہ دینے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے فیوض و برکات بھی حاصل ہوں گے۔

اور اسی طرح جس شخص کو بھی شریک کریں گے یہی نسبت ثابت ہے کہ شرکت میں ایک وجہ ثواب ہے کہ اس کو میت اپنی طرف سے ہدیہ کرتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کوئی غریب کسی بزرگ کی خدمت میں کوئی ہدیہ بغیر کسی کی شرکت کے لے جائے اگرچہ وہ طفیلی ہی ہو۔ تو اس طرح تحفہ گزارنا بہتر ہے۔ یا شرکت سے؟ تو شک نہیں ہے کہ بے شرکت بہتر ہے اور وہ بزرگ اپنے بھائیوں کو اپنی طرف سے دے تو بہتر ہے۔ اس لئے کہ یہ آدمی نامد طور پر دوسروں کو اس میں داخل کرتا ہے اور آل و اصحاب جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عیال کی طرح ہیں اگر ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہدیہ میں طفیلی طور پر شامل کریں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقبول و پسندیدہ ہے۔

ہاں یہ بات تو معلوم ہے کہ معتاد و مخالف ہیں اگر کسی بزرگ کے ساتھ اس کے برابر والوں کو شریک کریں تو اس کی رضامندی اور ادب سے دور معلوم ہوتا ہے اور اگر اس کے خادموں کو اس کا طفیلی بنا کر ہدیہ بھیجیں تو اسے پسند آتا ہے کیونکہ خادموں کی عزت کو نا حقیقت میں اس کی عزت کو نہا ہے پس معلوم ہوا کہ مردوں کی نیا وہ رضامندی صدقہ تنہا دینے میں ہے نہ کہ اشتراک صدقہ میں۔

لیکن یہ چاہیے کہ جب بھی کسی میت کو صدقہ دینے کی نیت کرے تو چاہیے کہ پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیت سے کچھ ہدیہ الگ کرے اور بعد ازاں میت کو صدقہ کرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق دوسروں کے حقوق سے بڑھ کر ہیں اور یہ بھی ہے کہ اس صورت میں صدقہ کے قبول ہونے کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طفیلی زیادہ احتمال ہے۔

یہ فقرہ روئے کے بعض صدقہ آئیں جب اپنے آپ کو نیت سے درست کرنے میں عاجز نہا ہے تو اس سے بہتر علاج نہیں پاتا کہ اس صدقہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیت سے دے اور اس میت کو ان کا طفیلی بنا آئیدہ کہ ان کے واسطہ کی برکت سے قبول ہو جائے گا علمائے کرام کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اگرچہ کیا کوئی درود پڑھا جائے تو وہ قبول اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دوسروں کو

جاتا ہے۔ اگرچہ اس ورد بھیجنے والے کو اس کا کوئی ثواب نہیں ملتا۔ کیونکہ اعمال کا ثواب نیت کی درستگی سے وابستہ ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبولیت کے لئے کہ مقبول و محبوب ہے صرف یہی کافی ہے۔

وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

عليه وعلى آله الصلوة والسلام وعلى جميع اخوانه الكرام من الانبياء والملائكة
العظام الى يوم القيمة

مکتوب نمبر ۲۹

سیادت پناہ میر محمد الشدک طرف صادر فرمایا

(قرآن کے بعض کلمات قدسی آیات کے سمجھنے کے بیان میں)

ابتداء میں جب بعض کلمات قدسی آیات کے سمجھنے میں اپنے قصور، فہم سے کوئی خدشہ اور قصور پیدا ہوتا اور اس کی تطبیق میں عاجز ہو جاتا تو وسوسہ کے رفع کرنے میں اللہ تعالیٰ کی عنایت سے اس سے بہتر علاج نہ پاتا کہ اپنے آپ سے کہتا کہ اس نظم قرآنی کو تو خدا تعالیٰ کا کلام تسلیم کرتا ہے اور اس پر ایمان لاتا ہے یا نہیں؟ اگر ایمان نہیں لاتا تو تو کافر ہے اور بحث سے خارج ہے اور اگر اس پر ایمان رکھتا ہے۔ تو تیرے سمجھنے میں قصور ہے نہ کہ نظم قرآنی میں جو زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے کا کلام ہے اور عقول اہل اور اکات کے موجد کا کلام ہے اور جب اللہ جل سلطانہ کے فضل سے کلام ربانی کے حق ہو جانے کا ایمان حاصل ہو جاتا تو اس تردد سے وہ وسوسہ مضمحل اور ناچیز ہو جاتا اور تردد سے نجات پالیتا۔

اور اب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے نوبت یہاں تک پہنچی ہے کہ نظم قرآنی میں ہر وہ مقام جس میں قصور اور اک کی وجہ سے تردد اور خدشہ کی گنجائش ہے وہی مقام قرآن پر زیادہ ایمان ہونے کا باعث ہے اور وہی خدشہ قرآن کے معجزہ کے ظہور کا واسطہ ہے اور وہی اخلاق العباد کی شاخ نظر آتا ہے اور اس اشکال کو کمال بلاغت اور فصاحت پر محمول رکھتا ہے کہ آدمی اس کے سمجھنے سے قاصر ہے۔ جتنا ایمان قرآن نہ سمجھنے میں ہے اس کے سمجھنے میں نہیں ہے کہ نہ سمجھنے میں ابجاز کی طرف راہ کھلتا ہے جو سمجھنے میں نہیں ہے۔ سبحان اللہ یہی نہ سمجھنا ایک جماعت کو گمراہی کی طرف لے جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کے کلام کے

انکار تک پہنچا دیتا ہے اور بعض کو یہی نہ سمجھنا قرآن پر کمال ایمان کا سبب بنتا ہے اور ہدایت پر لے آتا ہے۔

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ
كَثِيْرًا۔ (اور اس کے ذریعہ بہت سے لوگوں کو ہدایت دیتا ہے اور بہت لوگوں کو گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے۔)

اے ہمارے رب ہمیں اپنی جناب سے رحمت عنایت فرما اور ہمارے کام میں بھلائی پیدا کر والسلام۔

مکتوب نمبر ۳

سیادت و ارشاد پناہ میر محمد نعمان کی طرف مساہد فرمایا

(مراتب اصول اور مراتب عبادات کے طریق کے بیان میں)

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين۔

بیت ۱ پایہ آخر آدم است و آدمی

گشت محروم از مقام معمری

گرد گرد و باز مسکین زین سفر

نیست از دے هیچ کس محروم تر

جب اللہ تعالیٰ کی عنایت سے اس کو اپنے اصل سے جو کہ اوپر کے اصل کا ظل ہے۔ عروج حاصل ہوتا ہے تو ہر اصل میں اصول اول سے اس کو اس اصل میں فنا ہے اور اس کے بعد اس اصل کے ساتھ بقا ہے اور اس فنا اور بقا سے اس کی انا کا اطلاق زائل ہو کر اصل پر کہ اس کو اس میں فنا اور بقا حاصل ہونی ہے اطلاق پائے گا اور اپنے آپ کو وہی اصل سمجھے گا اور اسی طرح جب اس اصل سے اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے اس کو عروج واقع ہو گا تو وہ اصل جو اس اصل کے اوپر ہے اور وہ اصل اس اصل کا ظل ہے تو اس پہلے اصل کی فنا و بقا کو اس اصل ثانی میں حاصل کرے گا۔ اور انا کا اطلاق اصل اول سے زائل ہو کر اصل ثانی سے مل جائے گا اور اپنے آپ کو وہی اصل ثانی پائے گا اور اصل

۱ انسان کا مرتبہ سب سے اونچا ہے لیکن انسان اس مرحلہ کو نہ کے مقام سے محروم ہو چکا ہے۔

۲ اگر یہ مسکین محروم کے اس سفر سے واپس نہ لوٹتا تو پھر اس سے محروم نہ ہو کر کوئی نہیں۔

ثانی کی اصل ثالث سے یہی نسبت ہوگی۔ اگر عروج واقع ہوگا تو انا کا اطلاق اس اصل ثالث پر قرار پائے گا کہ اصل ثانی اس کا ظل ہے اور اسی طرح سہرچلے اصل میں جو کہ اوپر کے اصل کے ظل کی طرح ہے۔ یہی نسبت ثابت ہے اگر اس کو محض فضل خداوندی سے عروج واقع ہو اور ظل سے اصل پر لے جائیں۔ تو انا کا اطلاق اس اصل پر قرار پائے گا اور اپنے آپ کو وہی اصل سمجھے گا استعداد کے درجات کے مختلف ہونے پر جہاں تک اللہ تعالیٰ چاہے۔

اور یہ اصول اس کثرت اور اس رفعت کے باوجود اس کے اجزاء ہو جائیں گے اور قطرہ کو دریا بنادیں گے اور تنکے کو پہاڑ کر دیں گے اور جب یہ اصول اس کے اجزاء ہوں گے تو لازماً ان کے کمالات و برکات بھی اس کا پورا حصہ ہو جائیں گے۔ اور اس کا کمال ان اجزاء کا جامع کمالات ہوگا۔

اس جگہ سے انسان کا بل اور باقی افراد انسانی کے درمیان فرق پہچانا جاتا ہے۔ کہ وہ بحر محیط ہے اور یہ اس دریا کے حقیر قطروں کی طرح ہیں پس یہ اس کو کیا پہچان سکیں گے اور اس کے کمال کو کیا پاسکیں گے کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔ "الہی یہ کیا معاملہ ہے کہ تو نے اپنے اولیاء کو ایسا بنایا ہے کہ جس نے ان کو پہچانا ہے تجھ کو پایا اور جب تک تجھے نہ پایا ان کو نہ پہچانا۔

اور جس طرح انسان کامل اور انسان ناقص میں کثرت و قلت اجزاء کا فرق ہے ان کی طاعات و حسنات میں بھی اسی اندازہ کے مطابق فرق ہے۔ ایک آدمی جس کو سوزبان دے دیں اور وہ ہر زبان سے خدا تعالیٰ کی یاد کرے وہ اس شخص سے کیا نسبت رکھتا ہے جس کو ایک زبان دیں اور وہ ایک زبان سے خدا تعالیٰ کی یاد کرے۔ ایمان اور معرفت اور باقی تمام کمالات کو بھی اسی معنی پر قیاس کرنا چاہیے۔ اے ہمارے رب ہمارے نور کو پورا کر اور ہمیں بخش دے یقیناً تو ہر چیز پر قادر ہے

المحمد للہ ما بہ العالمین اولادہ و آخرہ الصلوٰۃ والسلام علی رسولہ دائماً و علی آلہ الکرام و صحبہ العظام الی یوم القیام۔

مکتوب نمبر ۳۱

علاء الدین کی طرف سے صادر فرمایا

اعلم ان روح و عالم مثال و علم اجسام کے بیان میں

المحمد للہ و سلام علی عبادۃ الذین اصطفیٰ۔

آپ نے لکھا ہے کہ روح بدن کے تعلق سے پہلے عالم مثال میں تھی اور بدن سے علیحدگی کے بعد بھی عالم مثال میں پٹی جائے گی پس عذاب قبر عالم مثال میں ہو گا اس درد کی طرح جو خواب میں عالم مثال میں محسوس ہوتا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ یہ بات بہت سی شاخیں رکھتی ہے۔ اگر آپ منظور فرمائیں تو بہت سی فروعات اس بات پر متفرع کر سکتا ہوں۔

جاننا چاہیے کہ اس قسم کے خیالات میں صداقت بہت کم ہے ایسا نہ ہو کہ تمہیں غیر معروف راہ پر ڈال دیں۔ ضرورت کی وجہ سے چند کلمے موانعات کے باوجود اس بحث میں لکھتا ہوں اور اللہ تعالیٰ ہی سیدھے رستے کی طرف راہنمائی کرنے والا ہے۔

اسے بجائی عالم ممکنات کو صوفیاء نے تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ عالم ارواح، عالم مثال اور عالم اجسام۔ عالم مثال کو عالم ارواح عالم اجساد کے درمیان برزخ (پردہ) کہا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ عالم مثال ان دونوں عالموں کے حقائق و معانی کے لئے آئینہ کی طرح ہے کہ ارواح و اجساد کے حقائق و معانی عالم مثال میں لطیفہ کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں کیونکہ اس جگہ ہر معنی و حقیقت کے مناسب دوسری صورت و حیثیت ہے اور وہ عالم (مثال) بذات خود صُور و مہیئات و اشکال کا متضمن نہیں ہے۔ صُور و اشکال اس میں دوسرے عالم سے منعکس ہو کر ظہور پاتے ہیں اس کی مثال آئینے کی طرح ہے جو نبات خود کسی صورت کا متضمن نہیں ہے اگر اس میں کوئی صورت موجود ہے تو وہ باہر سے آئی ہے۔ جب یہ بات معلوم ہو گئی تو اب

جاننا چاہیے کہ روح بدن کے تعلق سے پہلے اپنے عالم میں تھی جو عالم مثال سے اوپر ہے اور بدن سے تعلق کے بعد اگر اس نے نیچے اتر کر عالم اجساد سے تعلق قائم کیا ہے اور محبت کی وجہ سے نیچے آئی ہے۔ تو اس کا عالم مثال سے کوئی کام نہیں ہے۔ نہ تعلق سے پہلے اور نہ تعلق کے بعد۔ اس سے زیادہ نہیں ہے کہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اپنے بعض حالات کو عالم مثال کے آئینہ میں مطالعہ کرتا ہے اور احوال کے حسن و قبح کو اس جگہ سے معلوم کر لیتا ہے۔ چنانچہ کشف اور خواب میں یہ معنی واضح ہو جاتے ہیں اور بعض اوقات تو ایسا ہوتا ہے کہ آدمی حس سے عاشب بھی نہیں ہوتا اور اس معنی کا احساس کر لیتا ہے اور بدن سے علیحدگی کے بعد اگر روح علوی ہے تو اوپر کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے اور اگر سفلی ہے تو نیچے کی گرفتار ہے۔ عالم مثال سے اس کا کوئی کام نہیں ہے۔ اور عالم مثال دیکھنے کے لئے ہے نہ کہ بھنے کے لئے۔ رہنے کی جگہ عالم ارواح ہے یا عالم اجساد۔ عالم مثال ان دونوں عوالم کے آئینہ کی حیثیت سے زیادہ نہیں رکھتا جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

اور وہ تکلیف جو خواب میں عالم مثال میں محسوس ہوتی ہیں وہ اس سزا کی صورت و شباهت ہے جس کا ذکر کھنے والا مستحق ہے اور تنبیہ کے لئے اس پر اس معنی کو ظاہر کیا ہے اور عذاب قبر اس جنس سے نہیں ہے کہ وہ سزا کی حقیقت گنہگار کی صورت و شبیہ اور پھر یہ بھی ہے کہ وہ تکلیف جو خواب میں محسوس ہوتی ہے۔ اگر بالفرض وہ حقیقت بھی رکھتی ہو تو وہ دنیوی تکالیف کی قسم سے ہوگی۔ اور عذاب قبر عذاب اخروی ہے۔ ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ کیونکہ دنیوی عذاب کو اخروی عذاب سے (اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے بچائے) کچھ بھی نسبت نہیں اور اگر دوزخ کی آگ کا ایک شرارہ دنیا میں گر پڑے تو ساری دنیا کو جلا دے اور نیست و نابود کر دے۔ عذاب قبر کو خواب کے رنگ میں جاننا عذاب کی حقیقت اور عذاب کی صورت سے ناواقفی کی بنا پر ہے اور پھر یہ بھی ہے کہ اس شبہ کا منشایہ وہم ہے کہ دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب کا ہم جنس ہے اور یہ باطل ہے اور اس کا بطلان ظاہر ہے۔

سوال :-

اس آیت کریمہ سے

اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَاصِبِهَا الْأَيُّ

سے معلوم ہوتا ہے کہ

(نفس کی موت)

تَوَفَّى الْأَنْفُسَ

جس طرح موت میں ہے خواب میں بھی ہے۔ پھر ایک کے عذاب کو دنیا کا عذاب کہنا اور دوسری کے عذاب کو آخرت کا عذاب کہنا کس وجہ سے ہے؟

جواب :-

(نیند کی موت)

تَوَفَّى نَوْمٌ

اس جنس سے ہے کہ کوئی آدمی اپنے وطن مالوف سے اپنے شوق و رغبت سے سیر و تماشا کے لئے باہر آئے تاکہ خوشی اور سرور حاصل کرے اور پھر خوش و خرم اپنے وطن کو واپس آئے اور اس کی سیر گاہ عالم مثال ہے کہ ملک و ملکوت کے عجائبات کا متضمن ہے

(موت کی وفات)

تَوَفَّى مَوْتٌ

اس طرح نہیں ہے کہ اس میں آہا و مکان کو خراب کرنا اور وطن مالوف کو برباد کرنا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ توفی نوم میں محنت اور کلفت حاصل نہیں ہے بلکہ وہ خوشی و سرور کی متضمن ہے اور توفی موت میں شدت و کلفت ہے پس نیند میں فوت ہونے والے کا وطن دنیا ہے اور اس کے ساتھ جو معاملہ

کرتے ہیں وہ دنیا کے معاملات سے ہے اور موت سے وفات پانے والا اپنے وطن مالوت کو خراب کرنے کے بعد آخرت میں انتقال کرتا ہے اور اس کا معاملہ آخرت کا معاملہ ہو چکا ہے۔

مَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ
قیامتہ۔ (جو آدمی مر گیا اس کی قیامت قائم ہو گئی)۔

آپ نے سنا ہوگا

خبردار! مثالی صورتوں میں ظہور اور خیالی کشف کی بنا پر اہل سنت و جماعت کے مقررہ عقائد کو ماتھے سے نہ دیں۔ اور اپنے خواب و خیال پر مغرور نہ ہوں کہ اس فرقہ نابجہ کی متابعت کے بغیر نجات متصور نہیں ہے۔ خوش طبعی کو چھوڑو۔ اگر نجات کی آرزو رکھتے ہو تو دل و جان سے ان بزرگواروں کی بات میں کوشش کرو خبر شرط ہے

مَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ (رسول کے ذمہ صرف پہنچا دینا ہے)

آپ کی عبارت کے انبساط نے مجھے وہم میں ڈال دیا ہے کہ قریب ہے کہ یہ خیالات تم کو ان اکابر کی تقلید سے باہر نہ لے آئیں اور اپنے کشف کے تابع نہ کر دیں

فَعُوْذٌ بِاللّٰهِ مِنْهَا وَمِنْ شُرُوْرِهَا
ہم اس سے اللہ کی پناہ پاتے ہیں اور اپنے نفس کی شرارتوں
اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا اور اپنی بد اعمالیوں سے بھی

شیطان طاقتور دشمن ہے ہوشیار رہیں کہ صراط مستقیم سے ہٹا کر بھول بھلیوں میں نہ ڈال دے آپ کو غج سے الگ ہوئے ابھی ایک سال کی مدت بھی نہیں ہوئی کیا بلا پڑی کہ وہ تمام احتیاطیں جو اہل سنت کی متابعت میں کرتے تھے۔ اور نجات کا انحصار ان بزرگواروں کی تقلید میں سمجھتے تھے سب کچھ کیا ہوا۔ شائد سب کچھ بھول گئے۔ کہ اپنے خیالات کو اپنا مقتدا بنا کر اس پر کئی شاخیں قائم کر لیں ظاہری طور پر ہماری ملاقات کا احتمال بہت دور نظر آتا ہے۔ اس طرح زندگی گزارو کہ نجات کی امید کا رشتہ ٹوٹنے نہ پائے۔ اے ہمارے رب یہیں اپنی جناب سے رحمت عنایت فرما اور ہمارے کام میں بھلائی پیدا کر۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ اَتَّبَعَ الْهُدٰی

مکتوب نمبر ۳۲

مقصود علی کی طرف صادر فرمایا

(اس بیان میں کہ خطرات جن کو میں کے اسباب سے کہا ہے تجلی صورتی کے اندازہ کے مطابق ہیں اور کثرت و ہمیدہ کی حقیقت کی تحقیق اور اس کے مناسبات)

الحمد لله وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

آپ نے لکھا ہے کہ ایک مسافر نے کسی راستہ جاننے والے سے پوچھا کہ میں خطرات کے ہجوم سے پریشان ہوں تو اس نے کہا یہ تو
 وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَظِيظٌ
 (وہ ہر چیز کو گھیرنے والا ہے)

کا مقتضاد ہے۔ جب مطلوب کا شمول و احاطہ معلوم ہے تو خطرات کو اسباب و صل سے شمار کرنا چاہیے نہ کہ موہبات فصل سے اور مشاہدہ کے دروازے ہمیشہ کھلے رہنے چاہئیں اور غفلت کے سوراخ بند ہونے چاہئیں۔

یہ بات تجلی صورتی کے اندازہ کے مطابق ہو کہ اس راہ کے مقدمات میں سے ایک مقدمہ ہے سچ ہے۔ اور اس مقام میں اگر وصل ہے اگرچہ وہ حقیقت میں فصل (جدائی) ہے تو باعتبار صورت ہے اور اگر مشاہدہ ہے اگرچہ فی الواقع وہ دوری ہے تو وہ بھی صورت کے ملاحظہ میں ثابت ہے۔ اور یہ تجلی اس راہ کے اکابرین کے نزدیک اعتبار کے لائق نہیں ہے۔ کیونکہ یہ سالک کے وجود کو فنا کرنے والی نہیں ہے اور حق اور باطل والے اس تجلی میں برابر کے شریک ہیں۔ ہندوستان کے بھوکی اور یونان کے فلاسفہ بھی اس تجلی سے باخبر ہیں اور اس مقام کے معارف اور علوم سے بہرہ ور اور لذت پانے والے ہیں۔

مختصر مضمون یہ کہ اہل حق کو یہ دولت دل کی صفائی کی راہ سے حاصل ہوتی ہے اور اہل باطل کو نفس کی صفائی کی راہ سے تو لازماً وہ صفائی کی ملکیت تک لے جاتی ہے اور یہ صفائی گمراہی میں لے آتی ہے۔ لیکن یہ دونوں صورت کے گرفتار ہیں اور معنی سے بے خبر ہیں۔

بیت - لہ صورت پرست آخر معنی چرواند آخر

کو باجمال جاناں پہاں چہ کار دارو

(مشابہ اگلے صفحہ پر)

لیکن اہل حق کو صورت سے نجات کا احتمال ثابت ہے اور اہل باطل کو جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ملت کے التزام کے بغیر صورت میں منہمک ہے۔ اس کی صورت کی گرفتاری سے خلاصی محال ہے۔

اور پھر یہ بھی ہے کہ تجلی صورت علم کے دائرہ میں داخل ہے لیکن جب حال و ذوق اس پر تلوذاتاً ہے تو وہ علم پوری طرح محال ہو جاتا ہے۔

افزیر یہ بھی ہے کہ اس تجلی میں مشہود کثرت ہے لیکن یہ عنوان مظہریت وحدت اور شہود کثرت جس صورت میں بھی ہو وہاں دروہاں ہے۔ چاہیے کہ باطن کی نظر میں کثرت و شہود کثرت کا کوئی نا و نشا باقی نہ رہے۔ اور شہود واحد حقیقی کے بغیر اور کچھ نہ ہوتا تاکہ فنا جو اس راہ میں پہلا قدم ہے بیستہ ہو کیونکہ فنا اس سے عبارت ہے کہ حق تعالیٰ کے سوا باطن سے ہر چیز بھول جائے پس اس مقام میں کثرت کی کیا مجال ہے اور شہود کثرت کیا ہوتا ہے۔ اور خطرہ کو جو اسباب وصل اور ابواب مشاہدہ سے کہا ہے۔ اس وصل اور مشاہدہ سے مراد وصل و مشاہدہ صوری ہے جو کہ عین مفارقت اور دوری ہے۔ اس لئے کہ وصل جو اس طائفہ علیہ کے اکابرین کے نزدیک معتبر ہے وہ مقام بقا بالند میں حاصل ہے جو کہ تمام ماسوا کے فنا و نسیان کے بعد حاصل ہوتا ہے خطرہ کا وجود اس دولت کے منافی ہے اور وسوسہ کا حصول اس مرتبہ کے لئے مانع ہے۔ مقام فنا میں جو کہ اس وصل کی دلیل ہے منقطع ہو جاتا ہے کہ اگر تکلف سے لے کر اشیاء یا دلائل تو اسے یاد نہیں آتیں۔ اس نسیان کی وجہ سے جو اس کو ماسوا سے حاصل ہوا ہے۔

آپ نے لکھا ہے

وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَاطِعٌ

احاطہ کا بیان اس عبارت سے نہیں آیا ہے۔ شاید فقرہ مولدین کے کلام سے ہے کیونکہ کلام مجسم میں احاطہ کو کلمہ علی سے متعدی کرنا اکثر آتا رہتا ہے اور عرب کی فصیح عبارتوں میں احاطہ کا تعذیر کلمہ بامے مشہود و متعارف ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا

وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا

(اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو گھیرنے والا ہے)

اور دوسری جگہ فرمایا

لَعَلَّيْهِ تَقْدِيرٌ صَوْرَتِ پَرست ہو مٹی سے ہے نہ خمر آخر کا جلنے کو وہ محبوب کے پوشیدہ جمال سے کیا کام رکھتا ہے ۱۱

الْاِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّخِطٌ (خبردار! وہ ہر چیز کو گھیرنے والا ہے)

ظاہر طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اس عبارت کو قرآن مجید کی آیت سمجھ کر بطور دلیل پیش کیا ہے لیکن ایسا نہیں ہے اس معنی کا بیان قرآن مجید میں دوسری عبارتوں سے آیا ہے جیس کہ گذر چکا ہے۔

اور آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ وہی کثرت اور اعتباری تعدد اس طرح تہہ بہہ ہو گئے ہیں کہ اکثر علماء تعدد وجود کی وجہ سے غلطی میں پڑ گئے ہیں اور مغز چھوڑ کر پوست سے اور گودا چھوڑ کر چھلکے سے قناعت کر بیٹھے ہیں۔

کثرت و تعدد اگرچہ وہی و اعتباری ہے لیکن خصلت خداوند تعالیٰ کی صنعت و ایجاد سے پیدا ہوئی ہے تو مستحکم و مضبوط ہے اور دنیوی اور اخروی معاملات اس کے ساتھ وابستہ ہیں اور آثار غابریہ اس پر مرتب ہیں۔ اگرچہ وہم اور اعتبار زائل ہو جائے اس کثرت و تعدد کا زوال ممنوع ہے۔ کیونکہ غلاب و ثواب دائمی اخروی جس کی خبر خبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔ اس کا تعلق کثرت سے ہے۔ اور تعدد سے وابستہ ہے اور کثرت و تعدد کے ارتضاع کا حکم لگانا بے دینی اور الحاد میں داخل ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے بچائے۔

پس صوفیہ علیہ اور علمائے کرام دونوں اس کثرت اور تعدد کے ثبوت اور استمرار کے قائل ہیں اور آخرت کے دائمی معاملہ کو اس سے وابستہ جانتے ہیں لیکن یہ کثرت عروج کے وقت صوفیہ کے شہود سے مرتفع ہو جاتی ہے اور اس کو وہی و اعتباری پاتے ہیں اور چونکہ نفس الامر میں وہ مرتفع نہیں ہوتی اگرچہ وہ شہود سے مرتفع ہو جاتی ہے۔ علماء اس کو موجود جانتے ہیں۔ پس دونوں کا جھگڑا صرف لفظی رہ گیا۔ اور معنی میں دونوں متفق ہو گئے۔ ہر آدمی نے اپنی دریافت کے مطابق حکم لگایا ہے۔ صوفیہ نے شہود کا اعتبار کیا اور ارتضاع شہودی کو ملاحظہ کیا تو اس پر وہی و اعتباری ہونے کا حکم لگالیا۔ اور علمائے اس کے حقیقی ثبوت و استقرار کو ملاحظہ کیا۔ تو اس پر وجود کا حکم لگادیا۔

وَلِكُلِّ وَجْهٍ مِّنَ الْوُجُوهِ (اور ہر ایک کے لئے ایک توجہ ہے)

اس معنی کو فقیر نے اپنے کئی مکتوبات اور رسائل میں تفصیل سے بیان کیا ہے اور فریقین کے جھگڑے کو لفظی قرار دیا ہے۔ اگر کچھ پوشیدگی باقی رہی ہو تو ان کی طرف رجوع فرمائیں۔ علماء کا نظریہ زیادہ صحیح ہے کیونکہ وہ نفس الامر کے مطابق ہے اور صوفیہ کا نظریہ باعتبار سکر غلبہ حال ہے۔ ستارے دن کے وقت پوشیدہ ہوتے ہیں اور نفس الامر میں ثابت ہیں اور دیکھنے سے پوشیدہ ہیں